



169 0.0





کتاب نمبر ۸

ایہا الخیرین انکم یومنون لا حرج علیکم انظر کیف ضربوا لك الامثالا

## تعصب و متعصب

مصنف

مستر ویو۔ ایچ۔ شیخ عبدالقدوس سلیم صاحبی

سالیشر عدالت عالیہ پور پول مصنف عقیدہ اسلام  
بر ادب سب سے انصاف طلب کرتا

مقولہ بر نیلے شیریں

میدان راستی میں ثابت قدم پہننا بیش خوشی ہے

مقولہ اسپکن

چرخ خوش بود کہ بر ایڈیک کر شبہ دو کار

مطبع اسلام گزہ دین بستی ناگان مطبع شایع



بیشک ہمارے لئے یہ ایک بہت مبارک ثرہ ہے کہ ہمارے دین برحق کے اس حصہ میں شروع ہوئی جو باعینار اپنی اعلیٰ تہذیب اور برتر شہادت تمام دنیا سے ممتاز ترین ہے۔ جہاں اب تک ایک شخص بھی خدا سے بڑھ جلتے والا اور حکیم لا الہ الا اللہ کہنے والا نہ تھا۔

ستارہ دین محمدی انگلستان میں طلوع ہوا اور اسکا لانا وال نور قلمور کرنے لگا۔

اس پاک مذہب کو ابتدا ہی سے جہاں بھی وہ اشاعت اور کامیابی حاصل سے اسے نصیب رہی ہے اور جسکی وجہ سے یہ بہت تھوڑے زمانہ میں دنیا بھر انگلستان میں اسلامی نشان بھر کو تسلیم وکیل عدالت عالیہ عورپول نے اختیار کر کے اپنے فرنگ تانی ہوں کی دعوت اسلام شروع کر دی۔ خدا کے فضل سے بہت تھوڑے عرصہ میں بہت سے لوگوں نے نجات کا سر رسالہ تعصب و متعصب اسلام کے متعلق مصنف صاحب ہے اور اہل کی تسلیم و تلقین اسلام کا ایک عمدہ نمونہ۔

بھر کو تسلیم و تلقین اسلام کا ایک عمدہ نمونہ۔ اس سال میں شہاب خوری کے مقصودات غلاموں کی آزادی کا ذکر کر کے

بھلا استعمال پر نہایت معقول بحث کی ہے اور عمدہ مثالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ لوگ اپنی غلط فہمی و نہ اندیشی سے ہر حق میں مجتہد کو بڑا بدلا کتے رہے ہیں اور انہوں ہی کے درپے جو لوگ اس ضمن میں پیشوائے اسلام ہمارے رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور مناقب بت پرستان عرب کے عام مخالفت آنحضرت کی استقلال و صبر اور انجامی کامیابی کے حالات کمال خوبی اور خوش سلوکی کے ساتھ درج کیے ہیں۔

رسالہ ہمامین ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں دن لوگوں کو اسلام کی طرف رجوع کیا ہے جو پیغمبر آخر الزمان کے دین سے محض بیگانے اور ضد رکھنے والے ہیں۔ اسلام کی تصنیفات پر ثابت کی ہے اور ان کے دلوں میں سچے دین کا نقش جمایا ہے۔

اس کتاب میں انگریزی زبان میں تھا۔ اور چونکہ انگریزی زبان نے ہمارے وطن میں ایک وہ اشاعت نہیں پائی ہے کہ گھر گھر اسکے بغیر بات ہی نہ ہوتی ہو اور بالخصوص ہمارے یہاں مسلمانوں کی اسکی طرف بہت ہی کم متوجہ ہوئے ہیں۔ یہ رسالہ اپنی اصلی حالت میں ہمارے ہموطن دینی بھائیوں میں پوری اشاعت نہیں پاسکتا تھا۔

یہ سکر دلی کر مفر اجنا بخت سید علی صاحب آنریری ایجنٹ انجمن اسلام اور پول ملک انگلستان بمقام مستحاذہ اور دیگر معزز احباب نے مجھے فرمایش کی کہ اس نادر کتاب فیثک فیثک مرم مصنفہ مسٹر ڈبلیو ایچہ شیخ عبدالمد کو سلیم صاحب بی اے سالیٹر حالت عالیہ اور پول ملک انگلستان کا ترجمہ اس ملک کی ماوری زبان میں کیا جائے۔ تعمیل ارشاد اجاں اور مسلمان بھائیوں کی رفاه رسانی کی امید پر میں نے اس خدمت کو انجام دیا۔ اور ان مطالبہ جو ایک خاص بان میں ادا کئے گئے ہوں دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت ضرور دقیق واقع ہوئے ہیں عبارت اور مضمون کے اصلی لطف میں کم و بیش تغیر ضرور آجاتا ہے میں نے کوشش کی ہے کہ مصنف کا مافی الضمیر وہی کے دستک پر لاکھوں لاکھوں فرق ہوتو زبان رنگت نام میں ہرگز غلط نہ ہوگی اس نظر سے سناں چاہتا ہوں۔ و خدا را مدد ہو فیثک فیثک اسلام

## مصنف کے مختصر حالات

سٹرولیم خیری کو تسلیم مصنف رسالہ ہذا۔ ۱۰۔ اپریل ۱۹۵۷ء کو نور پور میں پیدا ہوئے۔ ہمیں  
تسلیم پائی سنگھ بن انگلینڈ کی مشہور ریورسینٹون (دارالمعلوم) آگے  
کے امتحانات علوم و فنون میں بھی نامور ہوئے ابتداء سے عمر میں پانچ  
سابقہ نمبر نور پور کے میرنشی رہے پھر ۱۹۷۷ء میں وکالت مجلس عاملہ کی سند حاصل کی  
اپنی علمی قابلیت فصاحت وطلاقت اور معاملہ فہمی کی لیاقتوں کے سبب چھ ماہ پینہ میں  
بہت جلد شہرت پائی۔ انکی وکالت خوب چمک گئی۔

نہی تسلیم عیسائیوں کے ویسلیں فرقے میں پائی تھی۔ اعلیٰ جودت اور خلقی ذہانت کے  
سبب اپنے مذہبی گروہ میں ہی ممتاز ہو گئے۔ انوار کے دن پسند و نصایح اور ترک مسکرات پر  
و غلط کہنے لگے۔ نور پور کی سوسائٹیوں میں ڈاؤن ہو پ اور گڈس ہو پ کے اغراض نور کرنے  
میں سرگرم رہنے لگے۔ دسمبر ۱۹۷۷ء میں سخت علیل ہوئے عرض نے طول پکڑا آخر جنوری ۱۹۷۸ء  
میں بیمار رہے۔ اکثر دن کی راسے ہوئی کہ تبدیلی آب و ہوا اور حصول صحت کے لئے سفر اختیار  
کیا۔ پیدائش مشہور ہو کر رنج ہو کر شمالی ہسپتالہ گئے اور وہاں کچھ دن قیام کر کے انہما بازار  
ہو کر ایئر پور مشرقی میں (جسکو انگریزی میں منیجر کہتے ہیں) پہنچے اور کچھ عرصہ وہاں بھی  
قیام پذیر رہے مگر بھی میں انہوں نے پہلے ہی اسلام کی تجلی دیکھی پھر وہ اسلام کے  
علوم نے ان پر اثر کیا اور انکے دل میں اس مذہب کی تحقیقات کا شوق پیدا ہوا جس قدر

انہوں نے تحقیق کی ادنیٰ ہی حقانیت اسلام انکے دل میں جگہ کرتی گئی۔

کچھ زمانہ بعد انگلستان واپس آئے وطن پہنچتے ہی قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ خریدیا۔ اس کے علاوہ اسلام کی دیگر کتب کو بھی کمال غور سے پڑھا اور اس کے مسائل پر غور کیا۔ تعصب کی تاریکی پہلے ہی سے انکے دل میں نہ تھی حق کو دیکھا اور حق پہچانا۔ نور اسلام نے انکے دل پر روشنی ڈالی اور یہ اس مذہب کے قبول کرنے پر مایل ہو گئے اور سو وقت انکو یہ خیال آیا کہ جو کچھ کریں عجلت میں نہ کریں اور پہلے خوب سوچ سمجھ لیں دیگر مذاہب کے عقائد کو بھی جانچ لیں۔ انہوں نے جرمن کے مشہور عالم سنسکرت سیکس مولر کی بہت سی تصنیفات دیکھیں۔ برہمنوں بودھوں پارسیوں پیروان کنفیو شیس اور دیگر مذاہب کی کتابوں کی چھان بین کی۔ قدیم مصریوں کی مقدس کتاب المصحی ٹیرس آف ایلمس اور زمانہ حال کی تصنیف بک آف مارین کو بھی مطالع کیا جس قدر تحقیق کی اور سیدہ انکو یقین ہوتا گیا کہ صرف اسلام ہی دین برحق ہے اور آخر یہ اسی دین کے قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب انہیں یہ خیال آیا کہ اگر اسلام قبول کیا تو دکالت اور انکی معاش میں ضرور کچھ فتور پیدا ہو گا اور برترقا کا صرف یہی ذریعہ تھا۔

پندرہ عجیب شش و پنج میں مبتلا رہے۔ دل کا عقیدہ ایمان اور خیال اور اسے فرض ایک طرف کہیں تھے۔ منفعت دانی اور تعلقات اقربا و سروری طرف لے جاتے تھے۔

انہوں نے اپنے ایک رازدار دوست سے مشورہ لیا اور اس نے یہ جواب دیا کہ اگر ایشیائٹ پر اپنا عقیدہ نہیں جاسکتے تو یونی ٹیرین (موجودہ میسائی) ہو جاؤ۔ اسپر یہ برہم ہو کر کہنے لگے کہ میں تو تیش میں نہا پسند نہیں کرتا جب تک ہب کو ترک ہی کرنا ہے تو سب سے بہتر یہی ہے کہ اسے یکنون خیر نامہ کہوں آخر کار انہوں نے پچھلایا اور ارادہ قائم رکھا اور میسائی مذہب سے دست بردار ہو گئے۔ ایک دن اپنے خاندان کے لوگوں اور اہل عیال سے کہہ دیا کہ میں مذہب عیسوی ترک کر کے دین اسلام اختیار کر رہا ہوں۔ ایک عیسوی مذہب جس کا بنی ایک معلم تھا



کرتا ہوں۔ اس کے اس مقولہ پر متفقے لگے سب نے انکو مجنون و دیوانہ سمجھا۔ انہیں پاگل خانے سے بھیج دیا۔  
صلا حین ہونے لگیں

اگر انہوں نے کسی کی غائی مسلمان ہو گئے اور اپنے ہموطن لوگوں کو بھی دین حق قبول کرنے کی فہمائش کرنے لگے۔

انکی تعلیم و تلقین کا کسی پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ جاہل لوگ انکی تقریریں سکر کدیا کرتے تھے کہ ہمارے ہاں  
میں سب مذہب ایک سے ہیں ہم اس دوسرے کو کیوں مول لین کر حق کون ہے اور ناحق کون سا  
اپنی عیسائیت کے زمانہ میں سالہا سال تک ترک مسکرات پر منادی کر چکے تھے اور پور پول کی  
ہر انجمن ساعی ترک مسکرات انکی خدمات سے مستفیض ہو چکی تھی۔ انہوں نے عینیک کرشمہ دکھانے کے  
مسکاک پر عمل کیا۔ ترک مسکرات کے وعظ میں اسلام کے مسائل کا ذکر کرنے لگے۔

اس طرح ایک لیڈری اور تین جٹلیں انکی تعلیم و تلقین سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اہل انہمیت  
پانچ شخص ہو گئے۔ پور پول کے موٹ ورنز اسٹریٹ میں دیگر دو انجمنوں کی شرکت میں ایک کمرہ  
کرایہ پر لیا۔ جمعہ اور دوشنبہ دونوں اس کمرہ کو بیہ اپنے کام میں لاتے تھے۔ اور باقی دنوں میں  
پور پول کی انجمن اسے ترک مسکرات اپنے مخصوص ہفتی وار کچھ دن بعد جمعہ کو آپس میں وعظ کئے لگے اور اتوار  
کے روز عام جلسہ ہوتا سب کو اذان دیا جاتا تھا اگر انہیں اور سنیں مگر اس وعظ میں ہی اکثر یہی ہوتا  
کہ سوائے ان چار پانچ شخصوں کے اہل شہر میں سے کوئی شریک نہ ہوتا تھا۔ پور پول کے لوگوں  
نے اسکی شرکت سے علیحدہ رہنے ہی پر قناعت کی بلکہ چند بدبمعاشرانوں نے مسلمان شدن  
کی مغز رسانی پر آمادہ ہوئے اکثر تہہ پرستے اور ادا کے گردن کی کھڑکیاں توڑ توڑا لٹے  
جب بیہ باہر نکلتے لوگ انپر کچھ اور انجمن پینک مارنے اور انکو ہر طرح تنگ کرتے تھے مگر  
یہ کمال صبر و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہے اور لوگوں کو تہہ پرست دایہ اسلام میں لانے پر  
تجاک کر کے گذشتہ کے تفریق کے تفریق میں انہوں کی قنداد بہت بڑی تھی انہوں نے  
وہ کمرہ چھوڑ کر ایک بڑا مکان کرایہ پر لے لیا۔ ایک انجمن اسلامیہ پور پول کی قائم کی

جسکی حالت غالی میری ہے کہ اہل فرنگ پر حقانیت اسلام ثابت کی جائے اور انکو دعوت اسلام پہنچا  
 شکریہ ہے کہ اب اس انجمن کے ممبروں کی تعداد پچاس سے تجاوز کر گئی ہے۔ علاوہ مسلمان شاہد انگریزین  
 اور لیڈیوں کے پانچ ہندوستانی علماء بھی اس انجمن کے ممبروں۔ سر مکرم علی محمد مرادپوری  
 رفیع الدین احمد نائب میر انجمن ہیں۔

لوہ پول اور اسکے قریب دنواح کے انگریزوں پر اس انجمن کا بڑا اثر پڑ رہا ہے بہت سے لوگ ایسے  
 ہیں کہ گواہی تک انہوں نے کھلے کھلے طور پر اسلام قبول تو نہیں کیا مگر وہ اس نئے دین کی طرف مائل  
 ہیں اور یقین ہے کہ غریب مسلمان ہو جائیں گے۔

مسٹر مہر صف کی کوشش سے مختلف فرقوں کے عیسائی انگریز مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔  
 روس کی تھلک اسپسکو پلیٹین پریسیو میتو وٹسٹ۔ یونیٹیرین (موجودہ عیسائی) اور کئی مسیحیوں نے  
 بھی دین اسلام قبول کیا

ہر جمہور کو انگریزی اور عربی زبانوں میں اسلام کا وعظ ہوتا ہے۔ بافضل ہی مکان مسجد کلام دیتا ہے  
 ایک علیحدہ مسجد بنائیں گی جو تیز ہے۔ ایک جدا گانہ قبرستان بھی۔ اور ان دولوں ضروریات کے  
 رفع کر کے ہندوستان کے اکثر اولو العزموں نے چندے بھیجے ہیں۔

بمقتضی اذان ہوتی ہے۔ اور نماز پجگا دہا کی جاتی ہے۔ فرنگستانی عیسائی اذان کی آواز سن کر وہ شے  
 آستے میں اور قعب سے اس مذہب کے پیرو اور ان کے سیدھے نچے طرز عبادت کو دیکھتے ہیں۔ اکثر  
 یہ حاشائی شہرت بھی کر رہے ہیں۔ یہاں پر انڈیا پٹر کھنچ مارے ہیں۔ مگر سر مکرم علی محمد مرادپوری  
 انجمن کے تمام ممبر کمال استقلال کے ساتھ اپنے کاموں میں مگرم ہیں۔ امید ہے کہ خدا کے فضل سے  
 انکی کوشش سے اسلام بہت جلد جزائر برٹن میں اشاعت پائے گا۔

سر مہر صف کی تصانیف کی تمام سائٹ دینا نے قدم کی اور ان کے ترجمے بنگالی۔ بہیمی۔ سفارتی۔ ترکی۔  
 عربی وغیرہ زبانوں میں ہوئے ہیں دنیا کے دور دورہ مسلمانوں میں لوگوں کو اسلام کی ایک نیا رنگ آئی  
 یا خدا تو اپنے دین حق کی مدد کرے گا خدا کو انگریز ملکوں میں کامیاب فرما دے گا جس سے آئین +

## دوسرا حصہ مصنف

کچھ برس ہوئے کہ جب میں نے عیسائی مذہب ترک کر کے دین اسلام قبول کیا تھا لوگ مجھے مجنون و مرقاتی سمجھتے تھے۔ اور اگر میں کو شش کر تا کہ وہ ہر دو مذہب کا مقابلہ کریں اور دونوں کے حسن و قبح پر بحث کر لیں تو مجھے قہقہے پڑتے اور زبان طعنہ کھولی جاتی۔ یہ حال دیکھ کر میں نے قصد کر لیا کہ مسائل اسلام کو ایک اور پیرایہ میں ظاہر کروں اور اس اپنی ارادہ کو یوں عمل میں لانا رہا کہ جب کبھی میرے قدم تارک شراب احباب (جنکے ساتھ مدت العمر اندر اوسے نوشی میں سرگرم رہا ہوں) مجھ سے ترک شراب پر تقریر کرنے کے فرمایا کرتے تو میں اوسیکے ضمن میں اسلام کا ذکر بھی کسی مذکورہ طرح لے آتا۔ اس طلقہ سے میں نے عوام کو اپنی طرف رجوع کر لیا اور لوگوں میں اسکی تحقیق کا میلان پیدا ہو گیا یہ دیکھ کر اب بارود گر طبع ہوا ہے اوس مردہ طرز مدعا کا ایک عمدہ نمونہ ہے جس پر ایسے سے کہ یہ حوالے پیش کر دیتا تھا۔ میں نے لیکچر دیا ورنہ ٹیمپرس ہال میں دیا تھا اور اسکی لفظ ناظر نقل مختصر نویسی کے انداز میں میرے پاس رہی۔

لیکچر کی اول رپورٹ اور پول کے اوس جماعت تارک شراب کے نام سے طبع ہوئی تھی جنان میں نے یہ لیکچر دیا تھا۔ اور چونکہ ہنوز لوگوں میں اسکے دینے کا اشتیاق پایا گیا میں نے مناسب سمجھا کہ اس تمہید کے ساتھ اسکو دوسری دفعہ طبع کر دوں۔

میرے ناظرین کے لئے یہ بھی ایک دلچسپی کا باعث ہو گا کہ جس شب کو میں نے یہ تقریر کی تھی جلسہ ختم ہوتے ہی سامعین میں سے ایک شخص علیحدہ ہو کر میرے پاس آئے اور چاہتے ہوئے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کچھ سوالات مجھے پوچھے۔

سیر اور اونگے درمیان کامل طور پر گفتگو رہی اور میں نے چند ہی ہفتوں میں اپنے  
تفقیقش کنندہ دوست کے ذہن نشین کر دیا کہ صرف اسلام ہی سچا دین ہے۔ اور پہلے  
چل ہی شخص سیر کی کوشش سے مشرف باسلام ہوئے

مرقومہ ۲۰۔ ربیع الثانی مطابق ۳۰۔ دسمبر ۱۹۵۶ء

ار ۲۲۔ ایٹ اسٹریٹ لور پول



تعمید۔ مردم آزاری کے اقسام۔ لعن طعن۔۔۔ لفظ تصیب کے معنی۔  
 اعتماد بردہ نوشی کی کوششیں۔۔۔ کلارک سن دیٹر نورن گرین وائیل شارپ اور  
 جارج اسٹیٹن سن کا ذکر۔۔۔ پسی ریل گاڑی۔۔۔ پیدالگوٹ انگلستان میں  
 ڈبل پیہ محصول ڈاک کا انتظام۔۔۔ ترقی اسلام حضرت محمد جسی علیہ  
 وسلم کو شراب سے قطعی پرہیز تھا۔۔۔ آنحضرت رسالت مآب کی تعلیمات اور تکلیفات  
 ابتدائی کاہشیں اور انجام کار کا مباحثہ بیان۔۔۔ میخواروں سے ترک شراب ممکن ہے۔  
 نئے نوشی خطرناک ہے۔۔۔ اعتدال۔۔۔

## تصعب و متعصب

لوگ انواع طریقوں سے دوسروں کو اونکی اوس روش سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو انہوں نے راہ راست سمجھ کر اختیار کی ہو۔ بعض کسی نہ کسی قسم کی آزار وہی سے لوگوں کو اس پر مجبور کر دیا جاتے ہیں کہ اپنے تسلیم کردہ اصول یا مسائل عقاید اور خیالات کو ترک کریں اور۔ بجا۔ سے اونکے دوسرا طرز عمل اختیار کر لیں یہ آزار وہی بلکہ قسم کی نین ہوتی بلکہ مختلف طرز عمل میں آتی ہے۔

آزار وہی کا ایک طریقہ جسمی ضرر۔ سانی ہے جیسا کہ زمانہ سلف میں ست سے مذہبی گروہ کیا کرتے تھے۔ اور جو بالخصوص عیسائیوں کے انواع فرقوں میں کسی نہ کسی کا شعار تھا۔ وہ اس جسمی تشدد کا عمل درآمد اور انفس را کی ذات پر کرتے تھے جو اونکی مخصوص جماعت کے ہم خیال نہوتے تھے۔ فی زمانہ بھی اس سڑ میں ایک خاص ملکی گروہ کا شمار ہے کہ جسمی آزار رسانی سے اونکے ساتھ جبر کرتے ہیں جو اونکے ہم خیال اور ہم ارادہ نہوں۔ اور اونکو مجبور کرتے ہیں کہ اپنے خاص خیالات کو خیر باد کہہ کر اپنے ہی قوی تر کے پیرو بنیں اور اونکی ہاں میں ہاں مائیں۔

اسکے علاوہ ایک اور پیرایہ بھی مردم آزاری کا ہے اور وہ لعن و طعن ہے۔

غالباً یہ سچا طریقہ بعض حالتوں میں جسمانی آزار سے کچھ زیادہ ہی ناگوار اور سخت تر مؤثر ہوتا ہے۔ ایسے بہت لوگ پائے جائینگے جو جسمانی تکالیف کو مغرور برداشت کر لیں مگر طعن و تشنیع کے متحمل نہوسکیں۔

اسمین ٹک نہیں کر انگلستان میں سب سے زیادہ سسی الہ ماد میخواری کا خاکہ اوڑا یا جاتا ہے۔  
 یہاں یہ تحریر ایک اپنے غلوں کے ابتدائی زمانے سے بجائے خود ایک تہمتہ مشق رہی ہے جسکو  
 تمام شوخ طبیعت لوگ تضحیک کے بیرون کا مذہب بنایا کئے ہیں۔ ترک میخواری کے  
 مخالفوں نے خاصکر ایک ہتھیار سے بہت کچھ کام لیا ہے اور وہ مضحکہ کی زیر الوہ تلواری  
 اون لوگوں پر ہمیشہ طعن کئے گئے جنہوں نے ترک شراب کا عہد کیا اور قواعد پر ہر گامی  
 کے پابند ہو گئے

اپنی عمر کے ابتدائی زمانے میں جب میں ایک جگہ اسیدواری کرتا تھا میں متواتر ستایا جاتا  
 تھا۔ اور میں چند ایسے شخصوں کو جانتا ہوں جنہر صرف اسوجہ سے ہمیشہ طعن کئے گئے کہ وہ شراب  
 سے پرہیز نہ کرتے تھے۔

لوگ مجھے کہتے تھے کہ سوائے پکے شایوں کے اور کوئی ترک شراب کا دم نہیں بہرتا۔ اور  
 کبھی یہ کہتے کہ شخص شراب نہیں پیتا وہ بزدل اور بودا ہے وہ صرف اسوجہ سے پرہیز کرتا  
 ہے کہ اسے مخواری کا ڈر ہے۔ اور بہت سے اسی قسم کے فقرے چست کئے  
 جاتے لوگ مجھے آوازے کہتے۔

شراب سے پرہیز نہ کرنے والوں کو ہمیشہ بُرے بُرے خطاب ملتے ہیں اور سب سے  
 زیادہ کہ القاب اونکے لئے یہ ہے کہ لوگ اونہیں متعصب اور اونکے مسلک کو تعصب  
 کہتے ہیں۔ میں ہی بسا اوقات متعصب کھلا یا ہوں

سب سے پہلے میں جب متعصب نامزد کیا گیا مجھے ایک جشی واعظ اور اس کے مخاطبین  
 کی ایک حکایت یاد آئی جو میں نے کسی سنی تھی۔ یہ شخص وعظ کھڑا تھا اور سامعین اٹھ گئے  
 جاتے تھے۔ اونہیں ہوشیار کر لیا اور سننے کا میسر عزیز خوش رنگ بھائیوں میں ایک  
 ات سے کہتا ہوں سنو! دنیا سے دار الحزن مقام رنج و محن میں کیسی ہی بے اندازہ  
 کاوشیں سختیاں اور آزمائشیں کیوں نہ ہوں مگر اس صحرائے بلاخیز میں ایک صحرانہ خطہ ہی

خود رہے جہاں ہم یقین طور پر خوشی کو پاسکتی ہیں۔ اتنا سستی ہی سامعین جاگ اٹھے  
ہم جن کو شہ ہو گئے۔ واعظ نے پھر کہا تم خوشی کو نفرت کی کتاب میں پاو گے۔  
اسی طرح مجھے بھی خیال آیا کہ لفظ متعصب کو نفرت میں دیکھو اور اس کے صحیح معنی دریافت  
کرو۔ چنانچہ میں نے نفرت میں دیکھا کہ متعصب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے حد اعتدال  
سے تجاوز کئے ہوئے خیالات کے سبب دیوانگی کے مرتبہ پر پہنچا ہوا ہو۔ جو فضول خیالات  
اور توہمات بے سرو پامین محو و مبتلا ہو۔

اب تو مجھے بت خیال ہوا اور میں نے سوچا کہ متعصب کمالا نا کوئی ایسی ویسی بات نہیں جسکے  
معنی میں خود سے گزرا ہوا اور وہی نہ ہو۔

مگر بانیہ میں نے احق کو احق کا سا جواب ندیا۔ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس نصیحت  
پر عمل کیا کہ جاہل کے منہ نہ لگو اس کے ساتھ بحث لفظی بحث اور براہ گان ہے۔  
خود اس پر غور کرنے لگا کہ آیا شراب سے پرہیز رکھنے والوں کو ایسا کہنا بجا ہے۔  
ایا یہ خطاب مجھ پر صادق ہے۔ اپنے دل میں غور و تعمق کیا اور مسئلہ ترک شراب  
کے ہر پہلو پر نظر کی۔ سوچا کہ اسکی علت غائی کیا ہے اور اس سے کیا کیا ظہور  
پذیر ہو چکا ہے۔

مجھے خیال آیا کہ ایک ہم ہی وہی اور مجنوں کہلاتے ہیں یا کہی پھلے کسی اور کو بھی زمانے  
سے ایسا ہی خطاب چلکا ہے۔

جون جو فن کر کے کی اون گزرے ہوئے لوگوں کی جماعتیں باد آتی گئیں جن کو وقتاً  
نوقتاً یہی معن طعن کا لقب ملتا رہا ہے۔ سو برس پہلے کا ایک تاریخی واقعہ  
اوس نوجوان شخص کے متعلق یاد آیا جو اسکی عمر کے شتر ہوئے مال بیل گذرا تھا۔  
وہ شخص جو اوس مدرسہ کا سٹڈینٹ پڑھتا تھا آرتھس ہو گیا جہاں اسنے تعلیم پائی تھی  
اسے فضیلت علم گزری تھی مگر اسکی دیکھ کو ہندوستان میں ایم اے کی ڈگری کہتے ہیں۔



مشورہ کا ذکر ہے کہ لاطنی زبان میں سب سے بہتر مضمون لکھنے والے کے لئے ایک انعام تجویز کیا گیا۔ اس مضمون کا عنوان ایک لاطنی جملہ تھا جس کا لفظی ترجمہ ہے کہ آیا دوسروں کو اونکے خلاف مرضی غلام بنالینا جائز ہے؟

اس نوجوان شخص نے ارادہ کیا کہ اس پر مضمون لکھے اور انعام حاصل کرینکی کوشش کرے وہ اس مسئلہ پر غور کرنے لگا۔

اوسوقت تک کہ خیالات دماغ میں مجتمع ہوں انسان قلم سے کیا کمال سکتا ہے جیسا کہ کسی ضعیفہ نے اپنے فرزند کو نصیحت کی تھی کہ بیٹا! میری یہ بات خوب یاد رکھ اور تو ایک بڑا تقار ہو سکے گا۔ اول تو جب تک تیرے ذہن میں کوئی بات نہو کچھ نہ کہ دویم جب سوچے تو کہدے۔ اور سوچم جب کہہ چکے تو فوراً خاموش ہوئیے۔

اس جوان شخص نے ارادہ کر لیا کہ جس مسئلہ پر لکھنا ہے پہلے اوسکی تحقیق کرے اوسکے بعد اپنی مادر بنی بان میں اپنے خیالات ادا کرے اور پھر اوسکا ترجمہ لاطنی میں کرے۔

وہ مسئلہ بد فہم روشی پر غور کرنے لگا۔ پلانی مؤنتہ پرسئل مؤنتہ پئٹن لشدن اور اون دیگر انگلستانی بندر گاہوں پر گیا جہاں سے وہ جہاز چوٹے تھے جو غلام پکڑ کر جزائر ویسٹ انڈین ہوتے ہوئے امریکہ کو غلام لیج تے تھے۔ جان غلاموں کا منت کا کام لیا جاتا تھا۔

اسنے تحقیق کرنا شروع کیا کہ یہ تمام کارروائی کیونکر عمل میں آتی ہے غلام کس طرح پکڑے جاتے ہیں۔ اور پھر کیونکر جہازوں کے ذریعے سے سمندر پار خشکی میں اوتارے جاتے ہیں۔ اوس دنیا میں جہاں کہ وہ پہونچائے جاتے ہیں وہاں ماکلون کا اونکے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا ہے

جوں جوں اس نے تحقیق کی اور جس قدر اس سے اون خوفناک مصیبتوں اور درد انگیز آفتوں کا علم ہوتا گیا جو اون میکس اور بے لبسوں پر پڑتی ہیں جو اپنے وطن اپنے دیہات سے پڑے آئے ہیں اور دیگر ممالک میں بطور غلاموں کے بکتے ہیں اور اس قدر اس سے غلاموں کی حالت افسوس ناک معلوم ہوئی اور اس سے صدمہ ہوا۔

حالانکہ وہ پہلے بردہ فروش کی تائید میں تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ عنوانی عبارت کا یہ جواب اپنے مضمون میں دے کہ اپنے ہم جنسوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ مگر ان تمام حالات کے علم نے اس کی رائے ہی بدل دی۔

اتنا ملحوظ رہے کہ اوس زمانہ میں جمہور کی رائے بہت سے معاملات میں زمانہ حال سے بہت یکہ مختلف تھی

پادری لوگ بردہ فروش کی حمایت اور اپنی رائے کی تائید میں انجیل مقدس کے باب نهم کا حوالہ دیتے تھے اور بالخصوص اوس حصہ کو بطور دلیل پیش کرتے تھے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کے بدست و مخمور اپنے خیمہ میں پڑے رہنے اور ہام پر کنعان کی بادشاہی سام اور یافت کی پسندیدہ اخلاق کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کھنڈ شراب سے بیدار ہوئے اور اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو برباد عادی کہ کنعان خراب ہوا اپنے بھائیوں کے چاکرون کا چاکرنہ خدا سام پر رحمت کرے اور کنعان اس کا خدمتی ہو۔ اور یافت کی نسل بڑھائیگا وہ سام کے خیموں میں رہیگا اور کنعان اس کا چاکر ہوگا۔

پادری لوگ ایسی ہی دلائل سے استدلال بردہ فروش کو اصول دین سچی اور منشاء انجیل مقدس کے خلاف ثابت کرتے تھے۔

غلامی اوس زمانہ میں اس حد پر پہنچی ہوئی تھی کہ کالے خنیں بلکہ گورے بھی اکثر لے سام ہام اور یافت حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں کے نام ہیں

غلام بنائے جاتے تھے۔ بعض اوقات بٹیر چرائے کے جرم میں لوگوں کو پھانسی کی معمولی سزا تو نہ دیا جاتی بلکہ وہ شل غلاموں کے پیچھے اسے جاتے۔

انگلینڈ میں شاہ جارج کے ملکہ کی سیلیاں ان قسم کی جان بخشیان کر لیا کرتی تھیں۔ یہاں اوس زمانہ کے قانون کے مطابق چالیس شنگ سے زیادہ قیمت کی چیز چرائیو ایک کو پھانسی دے جاتی تھی وہ سزا جو بھل قتل انسان پر ملتی ہے۔ مجرم اس کثرت سے پھانسیاں پاتے تھے کہ مقدمات فیصل کر نیوالے رحم کھا کر یہ ثابت کر دیتے کہ مجرم نے چالیس شنگ سے ایک پینس کم مالیت کی شے چرائی ہے اور اوسکی جان بچا دیتے۔

آرامگاہ شاہی کی خدمت گنہ گریڈیاں فرمان روائے وقت سے مجرموں کی جان بخشی کر لیتیں۔ لوگ بجائے اسکے کہ پھانسی پانچ ایک خاص قیمت پر قلامی میں لکچھتے اور جلا وطن کر دئے جاتے۔ اور وہ روپیہ جو ان بلا نصیبوں کی قیمت سے ہم ہو چکا ملکہ اور اونکی خدمتی مسیوں کی جیبوں میں جاتا۔ اوس عہد میں بردہ نروشی کی بڑی شدت ہے

جو کہ اس کچھ کے نوجوان شخص نے غلاموں کی تجارت کے باب میں سنا اور سٹہ ہرہ لیا اوس نے اسکے دل کو متوحش خیالات سے معمور کر دیا

بہت سے طالب علموں نے اس سکھ پر طبع آزمائی کی مگر اسکا مضمون سب میں اعلیٰ رہا۔ اور اسکو وہ انعام ملا جو اسکے لئے مقرر تھا۔

اسنے مدرسہ چھوڑ دیا۔ جو کہ سنا اور دیکھا اوسکا سپر اسٹڈنٹ ہو کر اس نے بردہ نروشی دور کی نیکی کو ششوں میں اپنی زندگی وقف کر دینے کا عزم کر لیا۔

اپنے لاطنی مضمون کے انگریزی ترجمے کو کچھ اضافہ کر کے طبع کر لیا۔ شاہ کا ذکر ہے مجھے یقین ہے کہ انکسٹان میں غلاموں کی حمایت میں ہی سب سے پہلی کتاب تھی۔

انگلستان کا قدیم مشہور اور معروف دارالعلوم۔

اسپراسکے مصنف ٹامس کلاک سن کا نام تھا  
دو سال بعد ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا نام کمیٹی انسداد برہہ فروشی رکھا گیا۔  
اس کمیٹی میں سوائے کلاک سن اور دیگر تمام ممبر عیسائی فرقہ کو شیکر کے تھے۔  
اسی سال کلاک سن کی دلبر فورس سے ملاقات ہو گئی جو انگلستان کے ضلع ہارکینٹ  
سے ممبر پارلیمنٹ تھے کلاک سن نے انہیں اپنا طرفدار بنالیا۔

۴۔ مین دلبر فورس نے ایک تجویز پارلیمنٹ میں پیش کی جس کا منشأ تھا کہ غلاموں کی  
تجارت قطعاً موقوف کی جائے۔ اس تجویز سے دیگر ممبران پارلیمنٹ نے بالعموم اختلاف  
کیا۔ لوگ انسداد برہہ فروشی کے خلاف دلائل پیش کرتے تھے کہ اگر ایسا ہوگا  
تو لندن پوسٹل اور بول اور دیگر تمام انگلستانی بندر گاہوں کی تجارت پر پانی پڑ جائیگا۔  
اگر اے لندن میں سے ہی ایک شخص نے کمیٹی سامعی انسداد برہہ فروشی کی حمایت  
کی اور دلبر فورس کی تجویز یا دس آف لارڈس تک پہنچی  
کہئے اس تجویز کے مخالف خاص کر کون لوگ ہوئے ہونگے۔ یہی تمام آرج بشپ اور  
بیشپ ڈبرے چوٹے پادری جو اس کی مخالفت پر نل گئے۔ اور ان میں سے بشپ آف  
لنکن نے اپنے دلائل کی تائید میں انجیل مقدس سے وہ عبارت پیش کی جس کا مین  
ذکر کر چکا ہوں۔

خاندان شاہی میں سے ولیم چہارم نے درج بعد میں فرمانروائے انگلینڈ ہوئے  
اس خوفناک تجارت کی تائید اور اس کے موقوفہ کرنیکی تجویزوں سے اختلاف کیا۔ انہوں نے  
ولنبر فورس کی نسبت کہا کہ یہ یا وہ گویا دھنسلینے والا شے شخص ہے اس کو پارلیمنٹ

۵۔ جزائر برطانیہ کے مشہور تجارتی شہر۔  
۶۔ برٹش پارلیمنٹ کے دو حصے میں ہاؤس آف کامنز میں عوام کے دلا اور ہاؤس آف لارڈز میں برائے لوگ شیخ میں  
۷۔ ولیم چہارم موجودہ فرمانروائے برٹن حضور قیصر کے والد۔

کا لہنا چاہیے۔

مگر یہ چہرہ نگاہ ایسی فضول باتوں کی کیا پرواہ کرتا تھا اور ان دہکیوں میں کیسے  
آئیوالاتھا۔ عاتقہ خلائق نے بھی ڈیوک ولیم کی تقلید کی اور انکو متعصّب و معنوں پہنا  
شروع کر دیا۔

مگر میں برس بعد انکو کوئی متعصّب نہ کہتا تھا۔ اسوقت جبکہ پارلیمنٹ نے  
مجلس عامہ میں ایک قانون پاس (منظور کیا جسکی رو سے برہم فروری بالکل موقوف کر دی گئی)۔

ولیم چہارم جو اسوقت میں جبکہ صرف ڈیوک آف کلیرنس تھے اس تحریک کے  
مخالف اور سعی کنندوں کے عجیب گو تھے انکو سنہ ۱۸۵۱ء میں بادشاہ انگلستان  
ہونیکسی حالت میں اس دنس لاکہ پونڈ کی منظوری پر دستخط کرتے پڑے جو پارلیمنٹ  
کی طرف سے جزائر ویسٹ انڈیز کے غلاموں کو آزاد کرانے اور انکے مالکوں کو  
برجہ کے طور پر دینے کے لئے تجویز کی گئی تھی

یہ بھی معاملہ انگلیپنڈ کی عدالتہائے دیوانی میں ایک شخص گرین وائل شارپ  
کی ذات سے چھیڑا گیا۔ گرین وائل شارپ غریب والدین کے بیٹے تھے۔ انہوں  
نے صناعتی سے کچھ سرمایہ جمع کر لیا تھا۔

یہ بحث جس طرح سے شروع ہوئی اور اسکے حالات سننے کے قابل ہیں۔  
ایک حبشی غلام کو اسکا مالک اس ملک میں لایا اور اپنے خیال کے مطابق سمجھتا تھا  
کہ وہ چاہے اسکا جو حال کرے کوئی مزاہم نہ ہوگا۔ جزائر ویسٹ انڈیز میں مالک  
اپنے غلام کو کتے کی طرح مار پیٹ سکتا تھا۔ چاہتا تو سپر جو کچھ ظلم و زیادتی کرتا۔

سنہ ۱۸۵۱ء میں یہ شخص لندن آیا اور کسی بات پر اپنے غلام کو سڑک ہی میں  
کمال بے رحمی کے ساتھ مارنا پینا شروع کیا۔ غلام بہاگا اور گرین وائل کے

سہ شاہ ولیم چہارم کا خطاب زمانہ ولیم چہارم میں۔

گہرین جاچنپا۔ انہوں نے اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا اور غلام کے مالک کو اندر نہ آنے دیا۔ اوسنے اپنا غلام طلب کیا مگر گرین وائل شارپ نے غلام کو اوسکے حوالے نکلیا۔

آخر کار غلام کے مالک نے انپر عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ اوس زمانہ میں مخصوص وجود مختصت پر عدالت تک نوٹین پہنچ جاتی تھیں۔ کوئی کسی کی زمین پر چلا آنا کسی کی نقل و حرکت کا مانع ہوتا اور ناش ہو جاتی۔ غلام کے مالک نے غلام کے روک رکھنے اور اوس سے اپنا کام لینے کے ہرجہ کا دعویٰ کیا۔ اوسنے اپنی عرضی دعویٰ میں ظاہر کیا کہ گرین وائل شارپ نے اوسکے غلام کو روک رکھا ہے اور اوس سے اپنا کام لیتا ہے۔ خلاصہً دادوسی یہ تھا کہ غلام مع ہرجہ واپس دلایا جائے اور مقدمے کا خرچہ گرین وائل شارپ کے ذمہ رہے۔

یہ مقدمہ اوس زمانہ کے شاہی اجلاس میں پیش ہوا۔ لایق وکیلون نے گرین وائل شارپ کو راسے دی کہ تم مقدمہ مار جاؤ گے غلام کو انکسٹان لے آنے سے مالک کا حق زائل نہیں ہوتا۔ مگر شارپ نے اس راسے کی کچھ پرواہ نکی خود قانون کا مطالعہ شروع کر دیا کہ اصلتا جوابدہی اور اپنے آپ وکالت کریں۔

یہ مقدمہ دو سال تک ٹکا کیا آخر دعویٰ کو اپنے سے دست بردار ہونا پڑا اور گرین وائل شارپ کو معقول رقم ہرجہ میں ملی۔

کچھ عرصہ بعد شارپ کی ایک وجہی سے جان بچان ہوئی جسکا سرسبت نام تھا یہ شخص بھی جبرائیل ویسٹ انڈیز کا غلام تھا۔ اور اسی مکتوبہ بالابناری اپنی زادی کا دعویدار ہوا تھا کہ اوسکا مالک اسے انکلیڈ سے لے آیا ہے۔ عدالت مانے انکلیڈ میں پہرسلہ غلامی کی معرکہ رائیان ہوئیں فریقین نے بڑے بڑے لایق وکیل مقرر کئے۔ مقدمہ پر دو مین پیشینویں بحث ہوئی یہ معاملہ کتنے ہی مہینوں زیر تجویز رہا۔ اور آخر ۲۲ جون ۱۸۵۷ء کو لازڈ میسنفیلڈ نے طوعاً

ذکر (کیونکہ وہ اپنے دل سے ملک غلام کی طرف تھے) زیادہ وہ مشہور و معروف حکم کہا جاتا ہے کہ اس ملک کا قانون مانا جاتا ہے۔ جسکی یہ عبارت ہے کہ چونکہ غلامی قانون قدرت کے سر اسر خلاف اور ایک نہایت درجہ نفرت انگیز فعل ہے اور سوائے خود سر قانون کے اور کوئی ایسے برقرار نہیں رکھ سکتا لہذا ہر غلام برٹش زمین پر قدم رکھتے ہی آزاد ہے۔ اسکے بعد یہی وہ مبارک زمانہ بڑی مدت میں آیا جب ایک انگریز کو اس بات کا فخر حاصل ہوا کہ جہاں کہیں برٹش نشان اڈے گا وہاں کوئی غلام نہ ہوگا۔ تمام سلطنت برٹن میں۔ (جہاں کہیں آفتاب غروب نہیں ہوتا) کوئی شخص غلامی میں نہیں رہ سکتا۔

جب ہم عدائے سابق کی غلامی اور اسکے انسداد میں جی کینیڈا کی کوششوں پر نظر کرتے ہیں اور ہمیں یاد آتا ہے کہ زمانہ اونکو بھی ناممکنات اور محالات کی آرزو کرنے والے وہی اور خیال خام میں مبتلا کہتا تھا۔ اونکی سعی کا نام تعصب رکھا تھا۔ اور پھر ہم تاریخ کے ورقوں پر دیکھتے ہیں کہ اوسے قوم نے جو شروع شروع میں اونہیں بدنام کرتی تھیں۔ آخر کار اونکی یادگارین قائم کیں۔ اونکے بت بنا کر رکھے اونکے اجسام خاکی کو ولیٹ منسٹر آبی میں جگہ دی ہماری ہمت بڑھاتی ہے ہم متعصب نامزد کئے جانے پر ناز کرنے لگتے ہیں۔

لوگوں نے اونکا مضحکہ اڑایا اونکی توہین کی لیکن وہ ثابت قدم رہے اور انجام کار اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے۔ اور اب ہم کمال فخر کے ساتھ اوس شاعر کے ہتھیال میں جو کہہ گیا ہے۔ ترجمہ نظم ”انگریزی نشان کا ہوا میں پہر پٹا کہا نا ظاہر کرتا ہے کہ اوسکے گرد و پیش کے

سے آفتاب غروب ہونے سے پہلے ہر رات پوری دنیا میں رات ہوتی ہوئی دنیا امریکہ میں دن ہوتا ہے اور وہاں ہی کینیڈا میں انگریزی حکومت ہے۔ پس اس لحاظ سے انگریزی قلمرو سے آفتاب کبھی دھنیں ہوتا۔

سے لندن کا قبرستان جس میں بادشاہ اور ملک کے مشہور اشخاص مدفون ہیں۔

تمام لوگ آزاد میں بحر مغربی کے کناروں سے لیکر دور دراز سرزمین ہند اور ہنگوگ  
ساحل پر

اسکے بعد اب میں ایک ایسا ذکر کرتا ہوں جسکے نتیجے کو آپ روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں  
ایک صدی سے کچھ ہی زیادہ زمانہ گزرا ہو گا کہ اٹھارہ مین نیو کاسل سے تقریباً  
سات میل کے فاصلہ پر موضع ویلام میں ایک کوئلہ کن مزدور کے گہر ایک بچہ پیدا  
ہوا۔ اس بچہ کا باپ ہفتہ میں چہرہ دن کو کوئلہ کی کان میں چودہ گھنٹے روزانہ کام  
کرتا تھا اور اتوار کو چہرہ گھنٹے۔ اسی ہر ہفتہ قریب بارہ شلنگ کے ملتے تھے  
اس غریب خاندان کی ایک کوٹھری میں سکونت تھی۔ اوسمیں ہی کہانا پکتا اسی  
میں زن و شوہر یا بچے چھ جنمیں دو لڑکیاں تین لڑکے تھے سوتے بیٹھتے۔ اور اب

بچہ اور پیدا ہوا  
دن کٹا کٹے پہانک کہ یہ بچہ بڑا ہوا اور اس عمر پر پہونچا جبکہ انسان لڑکا کہلاتا  
ہے۔ آدنی کم کہا نیوالے زیادہ تھے یہ لڑکا یوں ہی ذرا بڑا ہوا تھا کہ کام میں لگا  
دیا گیا۔ پہلے پہل یہ خدمت اوسکے سپرد کی گئی کہ جب دن بہر بعد کوئلہ کہوڑا  
مزدور کام کر چکیں یہ کان کا دروازہ بند کر دے۔ اسکے لئے ہر ہفتہ اسکو وینس  
ملتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد ایک کہیت میں شلجم کہوڑے نے پر مقرر کیا گیا۔ اسکو یہ کام کئی گھنٹے کرنا  
پڑتا تھا اور مزدوری بھی معقول ملتی تھی ہر ہفتہ چارپنیں۔

ایک دفعہ کچھ دن تک بیکار رہا اور اپنی ایک بہن کے ساتھ جو اس سے کچھ بڑی  
ہی شہر نیو کاسل گیا۔ اسکی بہن ایک ایسے کام کے لئے شہر جاتی تھی جو عورتوں کے

لے شلنگ ہندوستانی لڑکے کے حساب سے دنانہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

شہر نیو کاسل ہندوستانی روپیہ کے ایک آنہ کے قریب قریب ہے۔



شوق کے متعلق تھا یعنی ایک نئی بونیت (زنانی ٹوپی) کی تلاش میں۔ اوسے نئی ٹوپی بہت کم نصیب ہوئی تھی اور اوسکو بڑا ارمان تھا۔ دوکان پر پہونچکر ایک بہت اچھی ٹوپی اوٹھائی۔ اور جیسا کہ اس ملک میں عورتوں کا قاعدہ ہے اوسنے بڑی دیر میں ایک ٹوپی پسند کی جو اوسکے سر پر ہر طرح موزون تھی۔ اور جب تک کہ اوسکے سر پر رہتی اوسے زیب دیا کرتی۔ وہ اندر گئی ٹوپی کو سر پر رکھا آئینہ میں منہ دیکھا اور خوش ہو گئی۔ مگر اوسکی قیمت جو دریافت کی تو دس پنیس نکلی اور اوسکے پاس اتنے دام نہ تھے۔ اوسنے قیمت گھٹا بلکہ دوکاندار سے بہت کچھ کہا مگر بے سود

دوکان میں اور بہت ٹوپیاں تھیں مگر اسکو یہی ایک موزون تھی۔ اسکو خاص یہ بھی ایک ٹوپی بہا گئی تھی۔

یہ لڑکی اور اوسکا بہائی دونوں رنجیدہ ہو کر دوکان سے نکل گئے ناچار جی اوداس منہ کئے قدم قدم جا رہا تھا اپنے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں کی جیبوں میں ڈال لئے تھے۔ یہ دونوں اور چند دوکانوں پر گئے مگر کہیں بہاؤ نہ بنا۔ لڑکی کا جی پہلی ہی ٹوپی پر تھا۔ دونوں لوٹے اور دوکان کی کھڑکی میں سے جھانک کر ٹوپی کو پہر دیکھا۔ جارج نے یکایک اپنی بہن سے کہا ”ذرا یہیں ٹہرنا“ اور آپ ایک طرف بہاگا ہوا گیا۔ اور اسکی نظروں سے غائب ہو گیا۔

آدھا گھنٹہ گزرا گھنٹہ گکیا یوں ہی چار گھنٹے ہو گئے مگر جارج کا پتہ نہیں۔ اتنی دیر میں اوس لڑکی کو بہت پیو ک لگ آئی وہ مصیبت میں پڑ گئی دل ہی میں ڈر رہی تھی خود تنہا تھی اور بہائی چلا گیا تھا۔ اوسکے دماغ میں متوحش خیالات جگمگ کرنے لگے۔ پچھلے وہم آتے تھے کہ جانے کیا مصیبت پیش آئی۔ کہیں کسی گاڑی کے تیلے تو نہیں آگیا کسی نے پکڑ کر قید تو نہیں کر رکھا

اسی ٹکڑ میں کھڑی تھی کہ اوسکا بھائی سپاگاہو آیا اور اپنی بیسوں سے بندہ ہی ہوئی  
تنبہی دکھا کر کہا یہ لو باقی کے دام۔

لڑکی نے کہا۔ جارج یہ کہان سے لایا۔ اوسنے کہا جینٹلمین کے گھوڑے پکڑے  
رہا۔ وہ قیمت پور سی کر نیکے لئے چار گھنٹے تک کتے ہی مرد آدمیوں کے گھوڑوں کی  
باگین تھامے رہا تھا یہ اوسکی مستقل فراجی اور ثابت قدمی تھی۔ اوس ننام کو نیو کاسل  
سے جتنے لوگ موضع ویلام کی طرف لوٹے اون میں ان دو بہن سپائی سے زیادہ  
خوش اور نازان کوئی اور نہوگا۔

یہ لڑکا کچھ اور بڑا ہو کر اپنے باپ کی طرح کوئیل کی کان میں کام کرنے لگا۔  
مگر ابھی یہ صرف چودہ برس کا تھا۔ جب کہی انسپکٹر مزدوروں کے ملاحظہ کو آنا  
یہ چھپ جاتا کہ کہیں اسکی کم سنی اسکی مقررہ اجرت میں کمی نہ کر اوسے کہیں اعتراض  
نہو کہ یہ اپنی بیت سے زیادہ مزدوری پاتا ہے۔ اب اسکو زیادہ مزدوری ملنے لگی تھی  
ایک شلنگ روز پاتا تھا۔ یہ لکھ پڑ نہ سکتا تھا۔ اوس زمانے میں بہت کم کان  
کہو دنے والے مزدور کچھ پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ اور وہ جو تھوڑا بہت پڑے ہوئے  
تھے اپنے ان پڑے ہم پیشہ لوگوں کے سامنے بیٹھے اور پڑیا کرتے۔

جارج کو شراب سے بالطبع پرہیز تھا۔ جالانکہ جب تک جوزف لی ڈی سی اور اوسکے  
دیگر صاحب جرات پیروکاروں نے ترک شراب کی منادی شروع نہیں کی تھی۔  
جارج خود بخود ایسا واقع ہوا تھا کہی کسی شب۔ اب خانے میں نہ گیا نہ اوسے کہی  
مرغ بازی کے شوق نے سجد کیا۔

وہ اون تمام مشاغل سے پرہیز رکھتا تھا جنکا ادنی درجے کے عوام الناس اور  
مستبدل لوگوں کو شوق ہوتا ہے۔

لے جوزف لی ڈی سی۔ اگلے دن میں ایک شہر واداعظ گذشت میں جنہوں نے ترک شراب کی منادی کی۔

وہ اکثر سوچا کرتا تھا کہ اگر پڑھنا آجائے تو اچھا ہو۔ جو سند یا سندہ او سے ایک معمر شخص ملگئے جو اس کے مکان سے چار میل کے فاصلے پر رہتے تھے۔ یہہہ او کے پاس ہفتہ میں تین روز شام کے وقت جاتا اور مستندیوں کی طرح لفظوں کے جھجے سیکھا کرتا۔ شام کو پڑھنا صبح اپنے کام پر جاتا۔ اس طرح پڑھنے میں ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ اچھی طرح پڑھنے لگا۔ اب وہ استاد بھی جسے یہ پڑھتا تھا اسی گاؤں میں آرہے۔ بیس برس کی عمر تک اس نے حساب دہی سیکھ لیا۔ اپنی معاش کے کام میں ہی ترقی کرتا گیا۔ اسکو پہلے سے زیادہ تنخواہ پر بریکس میں کی جگہ ملی۔

جیسا کہ زمانے کا قاعدہ ہے اسے یہی خیال آیا کہ اب میں آدمی بن گیا اب شادی کر لیتا چاہئے۔

اوس وقت اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر پڑھا چاہتا ہے تو کتابیں ہی اس کے پاس ہونی چاہئیں۔ مگر کتابیں اس زمانے میں اب سے بہت ہی زیادہ گران تھیں۔ سوچا کہ کیا کیجئے کوئی ادا ایسا پیشہ جانتا تھا جس میں زیادہ آمدنی کی صورت ہو۔ اس کے جی میں آیا کہ جو تانبانا سیکھئے چڑا مول لایا اور جو تے بنانے لگا۔ گاؤں والے اسے جارج موری کہنے لگے اسکا کام سب کو پسند آیا۔

اسکا یہ مقولہ تھا کہ انسان جو کام کرے اسے اچھی طرح سے کرے۔ نوچی کے علاوہ وہ دزری بھی بنا لوگوں کے کوٹ تیار کرنے لگا۔

وہ الضاعف رقم جہان دونوں فرقوں سے ہم پو پنجہ کنابوں کی خرید وین لگا دیا اپنی قابلیت اور جفا کشی کے سبب رفتہ رفتہ اسٹنٹ انجن میں مقرر کیا گیا۔

اب اس کے اوس خیال کی اور بھی تصدیق ہو گئی کہ وہ سبکی فارغ البالی اور ہر کے لئے بریکسین بھون کے کارخانے کے مستری کو کہتے ہیں۔

سلمان ہم پہنچ گئے ہیں اسکی خواہ میں پھر اضافہ ہوا۔

اس جگہ پر پہنچ کر جارج نے انجن کی معلومات بڑی پانی شروع کی۔ اوسکے تمام پرزے ایک ایک کئے ہر ایک کو خوب جانچا اور غور کرنے لگا کہ اوس انجن میں کوئی عہدگی پیدا کرنے پر اس نے انجن میں کچھ تیز و تبدیل کر کے ایک نمونہ بنایا۔ اور یہہ نیا تیار شدہ انجن زیادہ کار آمد ثابت ہوا اب اسے ہفتہ میں چونتیس شنگ مٹنے لگے مگر یہ بھی کوئی معقول سہاں نہ تھی۔

اسوقت اسکے گھر میں ایک واقعہ پیش آیا جس نے اسے ایک اور ہی پیشے کی طرف رجوع کر دیا۔ ایک دن اپنے کام پر گیا تھا کہ اسکے شے مکان میں آتش دان سے آگ لگ گئی۔ پڑوسی مدد کو آئے آگ بجھا چکے تھے آتش دان میں اسقدر پانی ڈالا کہ اسکا مختصر مکان کیچہ پانی سے بھر گیا۔

(۱) جارج کی ہفت روزہ گھڑی جو ان میان بیوی کو تمام اسباب سے زیادہ عزیز تھی خاکستر میں دب گئی۔ اون دنوں میں گھڑی کی انفرط نہ تھی گھڑی کی کڑی میں بہت خرچ پڑتا تھا۔

جارج جب آگ گھڑیا گھڑی صاف کی اوسکا کھٹکا چلنے لگا اسے بڑی خوشی ہوئی ہسایہ کے لوگ اپنی گھڑیا درست کی کے لئے اسکے پاس لانے لگے۔ بجائے جارج موچی یا جارج درزی کے اب یہ جارج گھڑی

مشہور ہوا۔ اسی زمانہ میں اسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور اوسکا نام رابرٹ رکھا گیا کچھ دن بعد جارج کو دنیا میں سب سے پہلا صدر یہ پھونپا اوسکی بی بی شادی کے تین برس بعد متنا کر گئی۔

اوسکا معصوم بچہ اور بڑا ہونے پر پدر سے میں داخل کیا گیا۔ یہہ بچہ اسپتہ وقت کا ایک بڑا شخص ہوا اور اپنے باپ کے بعد اسنے بڑی شہرت حاصل کی۔ جارج کو اور تین ملی وہ اب چیف انجن میں کر دیا گیا۔

جہاں یہ کام کرتا تھا اسکے قریب ہی ایک کوئلہ کی کان میں پانی بھر دیا بہت کچھ کوشش کی گئی مگر پانی کم نہوتا تھا۔ شافٹ جو اس میں غرق ہو گئی بڑی قیستی تھی۔ پانی سہ شافٹ پانی کیسے کی کل

نہ ٹوٹنے کی حالت میں کان کا چھوڑ دینا لازمی تھا لیکن جارج کو کون کے کام میں بڑی نگاہ تھی گیا اور شافٹ کو دیکھا۔

اسکے ایک دوست نے کہا: ”کہو جارج تم اسکی اصلاح کر سکتے ہو جارج نے جواب دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر ممکن ہے کہ اس کان کی تہ میں آدی جائے اور جو کچھ ہر کہہ بات اس کان کے ہتھم مشرود دس نے بھی سنی ادا اپنے جی میں کہا میں تمام لاپن شخصوں سے اس میں گوشش کر چکا ہوں مگر اس میں شک نہیں کہ یہ یہ بھی بہت ہوشیار اور ذہین آدمی ہے ادا کو بھی دیکھ لیں۔ یہ سوچ کر ادا نے جارج کو بھی موقع دیا۔

جارج نے کامل جو بیس آگئے ادا اس کل کو دیکھنا ہالا اور اس میں ہیر بدل کر تارنا۔ کل چلنے لگی بانی اولیچتی رہی۔ دو دن میں غار کا بانی اس قدر کم ہو گیا کہ ادا شافٹ دکل تک اتر جاتا اور اس کے نیچے کھدے کے پاس کھڑا ہو سکتا تھا۔ ایک عشرہ میں بانی بالکل ٹوٹ گیا کان لہو دینو اے مزدور اندر جا کر کام کرنے لگے۔

جارج کی بڑی توقیر ہوئی چیف انجینیر کی جگہ ملی اور اسکے صلہ میں دس ہاؤنڈ تنخواہ کے علاوہ بطور انعام کے پائے۔

ابو اسٹڈم میں جارج ایک سو پونڈ سالانہ مشاہرہ پر انجن ساز مقرر ہو گئے۔ انکا میٹار ابرٹ اوسوقت صرف تیرہ برس کا تھا اور نیو کاسل کے ایک مدرسے میں تعلیم پاتا تھا۔ اوس زمانہ میں کانوں کے مزدور کو ٹیلے کی پہر بھی ہونی گارڈیان ایک سناکن انجن کے ذریعہ سے ٹھیلنے تھے۔ گارڈیان بھر جاتیں تو وہ ایک لٹے سے سر باندھی جاتی تھیں دوستوں یقین کرتا ہوں شاید آپ کو ایچ بی کے اندرونی راستے کا خیال ہو۔

مجھے خوب یاد ہے کہ گارڈیان لانگ اسٹریٹ اسٹیشن سے ایچ بی تک ایک بے انتہا لٹے رستے سے باندھی جاتی تھیں اسکو بہت برس کا عرصہ ہوا۔

ایچ بی اور پول میں ایک پہاڑ تھا۔

کوئی لے کی گاڑیوں کو اس طرح کیچھتے تھے کہ بہت سی گاڑیاں ایک بے رے کے ایک سکر سے دوسرے سکر تک بندھ دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر جارج کو خیال آیا کہ کوئی ایسی کل بنانی چاہئے جو سارے نہو۔ ایک ایسی کل تیار کر لے کہ ارادہ کیا جو خود بخود حرکت میں آئے۔ بڑی محنت بہت سے تغیر و تبدل جفا اور کاہش کے بعد دس مہینے کے عرصہ میں ایک کل تیار کی اور اس کے ذریعہ سے ۲۵ جولائی ۱۸۸۷ء سے کام ہونے لگا۔

یہ کل بد نما اور آہستہ رو تھی بیس ٹن یعنی پانچ سو ساٹھ من بوجہ کی گاڑیوں کو گھنٹہ بھر میں صرف چار میل پہنچا جاتی تھی۔ جارج نے اس کل میں ہی عہدگی پیدا کر لیا ارادہ کیا۔ دوبارہ کوشش کی اور وہ انجن تیار کیا جسکی آج کل یہ کچھ شہرت ہے۔ انہوں نے اپنے انجن کا اپنے طور پر ایک خاص نام رکھا عوام میں سے جو اس کو دیکھتا سہل کر لکھتا۔ دیکھنا ایک نہ ایک دن یہ انجن ضرور چھٹکا۔ مگر یہ برا برا کام دیتا رہا۔ صاف ہی کے تمام انجنوں سے بہتر تھا۔

ڈارلنگٹن کی ایک کان کوئید کے مالک سٹر ایڈورڈ پیس کو جو فرقہ کوئیک کے ایک آسودہ شخص تھے ضرورت پڑی کہ اپنی گاڑیوں سے مقام اسٹوکن ٹک آسانی اور سرعت سے کوئید بھیجیں۔ جہاں سے وہ جہازوں پر بار کیا جاتا تھا۔ اسٹیٹن سن جارج نے اسے ملاقات کی اور انکو ان دونوں مقامات کے درمیان آہنی سڑک بنانے پر آمادہ کیا۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۸۷ء کو اسٹوکن اور ڈارلنگٹن کے درمیان پہلی ریلوے لین تیار ہو کر کھولی گئی اسٹوکن سے ڈارلنگٹن تک بارہ میل مسافت میں سڑک بنی اور وہاں سے ایٹہرلی کی گاڑیوں تک۔ کل تیس میل کی دوری میں پٹی بھائی گئی۔ اب جارج اسٹیٹن سن کی زندگی بھر میں سب سے بڑی کامیابی کا حال تھے۔

اوسوقت اور پل اور مینچسٹر کے درمیان قریب تیرہ فائیو کیلومیٹر کی کوشش ہو رہی تھی۔ اسے منچسٹر انگلستان کا بڑا تجارتی شہر تھا۔ اس کا پورا پورا جانا بھر اور دنیا بھر میں تجارت کیلئے یہاں جانا ہے۔

میچسٹر مین اوس دئی کا کپڑا تیار ہوتا تھا جو لو رپول مین باہر سے آتی تھی۔ روئی کو لو رپول سے میچسٹر لٹجاتے تھے اور وہاں اوس سے مختلف قسم کے کپڑے تیار ہوتے تھے۔ یہ تیار شدہ مال میچسٹر سے لو رپول آتا تھا اور یہاں سے جہاں زون پر بار ہو کر دنیا کے مختلف مقامات کو روانہ کیا جاتا تھا۔

ان دونوں شہروں کے مابین مال لانے لیجانے کے آسان طریقے کی بحث پیش ہوئی اب تک ایک خاص قسم کی بھانٹک وارسٹرک یا نرواٹر برج یاد دیاے مرسی اور اریول کے راستے مال آتا جاتا تھا۔ مگر لدی ہوئی گاڑیوں کو اس قسم کی سڑک پر لیجے لینے میں خرچ بہت پڑتا تھا اور دوسری طریقوں میں بھی صرف کثیر کے علاوہ دیر وقت بھی ہوتی تھی۔

مال کی آمد و شد کے لئے بہت سی تدبیریں ظاہر کی گئیں۔ سب سے اول یہ تجویز ہوئی کہ ایک ہٹلی وارسٹرک (زمانہ حال کی ٹرمیوے کے مشابہ) بنائی جائے۔ جت سے گاڑیاں جوڑ دی جائیں اور اونکو گھوڑے اکٹھا کھینچیں۔ یہاں پر یہ کہنا بھی بیوقوف نہ ہوگا کہ جوڑ ٹرمیوے کے موجودہ کا نام او ٹرمیم تھا اوس پر یہ لفظ مرکب ہوا اور کثرت استعمال سے بکر کر صرف ٹرمیم رہ گیا۔ اسٹیفینسن سے صلاح لی گئی کہ کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے رائے دی کہ ایک ریلوے تیار کیجئے اور اوس میں متحرک انجن لگے۔

اس رائے کو لوگوں نے خیالِ عمدت سمجھا اور ناپسند کیا۔ کہنے لگے یہ تو ایک بڑا بات ہے ان خطرناک انجنوں اور انکی چنگاریوں سے ہوا خراب ہوگی کاشت کو مفرت پہنچے گی۔ پونس کے چھائے ہوئے گھروں میں اگین لگین گی اور بہت سے حادثے پیش آئیں گے۔

اپنے لوگ طعن کرنے لگے۔ انکو اپنے خیال میں محو تعصب ضدی اور وہی کہا۔ سب کا یہی مقلد تھا کہ تیرہ تو ناممکن محض ہے۔ مگر تا جب ران لو رپول اور میچسٹر نے اس

تقریب کے غلو کو نکالتے سے خیال کیا۔

دونوں شہنشاہوں نے ہاشموندوں نے بہت سارے پیہر جمع کر کے اسٹیفینسن کو لوکر رکھا۔  
پیش کر نیوالے مقرر رکھے گئے راتوں کو پیش ہونے لگی۔ رات میں پیش کرنیکی یہ وجہ  
تھی کہ اگر دن میں مجوزہ راستہ کی پیش کی جاتی تو کروڑوں کے لوگ رختہ اندازی کرتے  
گھاس اور ٹھانیکے انکڑے ہستے۔ اودو گینہا اے لیکر جلا اور ہونے تھے۔

ہر حالت اور ہر حیثیت کے لوگوں نے سخت مزاحمت کی۔ حتیٰ کہ ارل اسیفٹن اور ارل ڈی  
نے اپنے باجگزاروں کو درغلا دیا کہ پیش کر نیوالوں پر پتھر برسائیں۔ کان کھودنے والے  
جاہل مزدور اور دیہات کی عورتیں تک سدا رہتی تھیں۔ آخر ہمارے پیشتر  
اس بات پر مجبور ہوئے کہ اپنے ساتھ ایک اجرت پرانے بھرنیوالا رکھیں۔ یہ  
شخص ہمیں بدلے ہوئے اس جماعت کے ساتھ رہتا تھا۔ اپنے ہاتھ میں بلند  
اور دوری ناپنے کا گز رکھتا تھا۔ اور جب کوئی مزاجم ہوتا۔ اس مسلح کے آگے کو اوپر  
وارد کرتا اور اس سے بھڑکتا۔ جسکے انجام میں مزاحمت کر نیوالے کو کوئی مسرت  
حاصل نہ ہوتی۔

جیسے تیسے پیش ختم ہوئی۔ اوسکے بعد ایک بل (تجویر) پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا  
اور وہاں وہ ردی کی طرف پھینک دیا گیا یعنی بے سوچے سمجھے خارج کر دیا گیا۔  
ممبران پارلیمنٹ نے کہا وہ کوئی نسا دیوانہ کو تھک کن ہے جو چیٹ موس پر شکر بنایا  
دعویٰ کرتا ہے ۶۔

آپ ہم سب کو دل کو جاننے میں جو چیٹ موس کھلاتی ہے  
لوگوں کا مقولہ تھا کہ چیٹ موس بے تھا ہے جو کوئی اوسکو عبور کرے یا ارادہ کرے یا غرق  
رہے۔ انجمنستان میں امن نیکہ درجے کا خطاب امارت سے جیسے ہندوستان کے معمولی تعلقدار  
مٹہ چیٹ موسٹن ایک گھری کا ہی دانہ دل کا نام ہے جو اس راستہ میں تھی۔



ہو جائیگا اور کہی نہ اوپر کیگا۔ مگر اسٹی فین سن نے کہا کہ اسپرٹرک تیار ہو سکتی ہے یہہ سکر سب کہنے لگے کہ باوجود ان تمام انہی کلون ٹریموے لینون ناپنے کے آلن اور بائیمہ کثیر المقدار رقم کے ممکن نہیں کہ وہ جیٹ موس کو عبور کر سکے۔ یہہ محال مطلق ہے۔

ایک شخص اسٹی فین سن کے سامنے کہنے لگا۔ ”کاش اس موقع پر نیپولین ہوتا“ اسپر اسٹی فین سن نے کہا ”او“ میرے سامنے نیپولین کی کیا کہتے ہو۔ مجھے آدمی روپیہ اور آلات دو اور میں وہ کرد کہاؤں گا جو نیپولین کر سکا۔ مین جیٹ موس پر آہنی سڑک بنا دو گے۔ یوں ہی تین سال گذر گئے اور اس اثناء میں رینی نام کے دو مشہور انجینروں نے جو بہائی بھائی تھے اس ضلع میں پچائیش کی اور اپنی رپورٹ مین ظاہر کیا کہ اسٹی فین سن کی رائے صحیح ہے ریل جاری ہونا ممکن ہے۔

بل پھر پارلیمنٹ میں پیش ہوا۔ ٹاؤس آف کامنس نے نو پاس کر دیا۔ ٹاؤس آف لازٹو کی پیشی اور منظوری باقی تھی۔ یہہ بل ٹاؤس آف لازٹو کی ایک منتخب کمیٹی کے سپرد کیا گیا اسٹی فین سن کی اظہار دینے کیلئے طلبی ہوئی۔

ٹاؤس کے ایک ممبر نے اسٹی فین سن سے طرافت اور خوش طبعی کے طور پر کہا ”انا کہ تم لبرپول اور نیچر کے مابین یہہ سڑک بنا بھی لو تو پھر اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟“ اسٹی فین سن نے جواب دیا ”میں لو پول کے سچے ہر تک مال اور مسافروں کی آمد و شد قائم کر سکوں گا“ اسپر اوہوں نے کہا۔ اچھا تو پھر رفتار کیا رہے گی۔ اسٹی فین سن نے کہا۔ جناب عالی! بارہ میل فی گھنٹہ۔

وہ کہنے لگے۔ ”اوفرز کرو کوئی گائے بیچ میں آگئی تو پھر قیامت ہی ہو جائیگی۔“

لے زمانہ حال کا ایک مشہور عالم فریج جرنل نے تاج فرانس پر قابو پا کر نوڑے عرصے میں قریب تمام یورپ کو پا مال کر ڈالا تھا

تھے انگریزی پارلیمنٹ کے دو حصہ ہیں ایک دس آف کامنس جس میں عوام کے وکلاہرتی ہیں۔ دوسرا ٹاؤس آف لازٹو جس میں امراء ملک کے شامل ہیں

اسٹی فینکسن نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور غور کی لارڈس صاحب نے قہقہہ لگایا مگر یہاں معقول جواب تیار تھا۔ اسٹی فینکسن نے کہا: "قیامت تو کوئی بھی نہیں آئے گی اور ہوگی بھی تو گائے کے لئے۔"

غرض بل پاس ہو گیا مگر عوام اس تجویز کے موجب اور اسکے معاونوں کو متعصب ہی سمجھا۔ کئے۔ سڑک تیار ہوتی ہرٹی برٹنی گئی یہاں تک کہ جیت مونس کے قریب جا پہنچی پتھر اور مٹی کی گاڑیاں بڑے بڑے لکڑی دلدل میں ڈالے گئے اور سما سکا گئے۔ جو کچھ ڈالا جاتا تھا دلدل میں غائب ہو جاتا تھا۔

کام کر نیوالے آدمیوں نے اسٹی فینکسن سے اطلاع کی انہوں نے جواب دیا "اور مٹی ڈالو" انہوں نے ایسا ہی کیا مگر ابھی وہی دلدل خشکی پر نہ آئی لیکن اسٹی فینکسن نے پھر ہی کہا "اور مٹی ڈالے جاؤ۔" دو دن تک یہی رہا۔ مٹی برابر سمائی گئی سب مایوس ہو گئے مگر اسٹی فینکسن کا اب بھی رہ ہی مقولہ تھا۔ بہہ ہر دفعہ ہی کہہ دیتے "مٹی ڈالے جاؤ۔" آخر دلدل خشکی پر آنے لگی اور خجام کا رتہ تک خشکی پہنچی سڑک بنی اور اس پر ریل کی پٹلیاں بچھا دی گئیں

اب دوسری وقت ایچ بل میں راستہ کاٹنے کی روک تھام تھی۔ سخت اور ریتلے پتھر کی چٹان کو سوامیل کی دوری میں کانگر راستہ نکال دینا ناممکن محض خیال کیا جاتا تھا۔ بڑی بڑی دقتیں و پیش تہین۔ کبھی خرد و زون بریانی پہوٹ پڑتا۔ کبھی ریگ کے وزنی ٹیلے رڑک آتے تھے اور خرد و زون کے زندہ و بجانے کا خوف ہوتا۔ ایک دفعہ ایک کہو د نے والے پر ریگ آپڑی اور وہ دب کر رہ گیا۔ اوسکے ساتھیوں نے سمجھ لیا کہ مر گیا۔ کسی کی جنت نہ پڑتی تھی کہ اوسکی مدد کرے اور اسے نکالے

اسٹی فینکسن نے لکھا کہ کہا: "آؤ میرے ساتھ" خود کرا ل لیکر کھودنا شروع کر دیا۔ اور لوگوں کو یہی دیکھا دیکھی ہفت ہونی انگلی پیروی کی اوس دے ہو کو

زندہ نکال لیا۔ سپاڑ کو کھوکھو کا کر کے راستہ نکالنے میں مزدوری ہار چکے تھے مگر اسٹیفینسن کی نظیر نے سب کی ہمتیں تازہ کر دیں۔ آخر کاریبان بھی لین بچھا دی گئی۔ مگر جب بھی لوگ اسٹیفینسن کو دہمی اور متعصب ہی کھتے جاتے تھے۔ سڑک کی تیاری کے بعد ایسی ڈائریکٹروں نے قطعی طور پر فیصلہ نہیں کیا تھا کہ گاڑیاں کس طرح کھینچی جانی جائیں۔ چند شخصوں نے اسپر زور دیا کہ گھوڑوں سے کام لیا جائے۔ اور بہنوں نے دو نامی انجینئر پیشہ شخصوں کی رائے سے اتفاق کر کے یہ صلاح دی کہ اور پل اور نیچسٹر کے درمیان ایکس ساکن انجن قائم کئے جائیں۔ سڑک درجن میں تقسیم ہو ہر حصہ طول میں ڈیڑہ میل رہے۔

اسٹیفینسن نے اس تجویز سے سخت اختلاف کیا۔ اور کھاکہ ریلوے کے لئے صرف سڑک ہی انجن ہوزوں ہے۔

اوس زمانے میں لوگوں کو اس کا تجربہ بھی نہ تھا اور اگر سیکو کیچر تھا بھی تو براے نام۔ سب متفق ہو کر کہا کہ اگر تیرک انجن لگاؤ گے تو اس کا پانی اوبانے کا برتن بیٹھا جائیگا اور سب اسے کہ یہ سفر خیر و خوبی انجام دے گا یہ کیا کیا اور سزا دیتے ہی ہو جائیگا۔

لیکن اسٹیفینسن کو اپنی رائے کی عمدگی اور صحت پر کامل یقین تھا۔ آخر اس نے سزا دینا جانے لے اسٹیفینسن کی تجویز مان لی۔ نئے سڑک انجن کے لئے ایک خاص انعام مقرر کیا گیا جس میں ہر دو خاص شرطیں ضروری تھیں اول یہ کہ انجن میں چھوٹن کا ہو اور دوسرے یہ کہ میں ٹن بوجہ کو گھٹتے پیچھے دس میل لیجا سکے۔

پانچ سو پاؤنڈ انعام تجویز ہوا اسٹیفینسن کو بہرہ و ساتھ کہ ان صفات کا انجن تیار ہو سکے گا۔ یہ اور انکا بیٹا۔ ابرٹ دولون اسکام میں مصروف ہوئے ایک عرصے تک رات دن محنت کرتے رہے۔

نہ ٹن ہندوستانی وزن کے حساب سے اٹھائیس من ہوتا ہے۔

اوسکے ذہن میں یہ تدبیر گزری کہ تانبے کی نلون کو بوئیلر (پانی اوبالنے کے برتن) میں آگ سے ملحق لگائیں۔ انہیں سہ ہر ایک پانی گرم کریگا اور یہ نسبت معمولی طریقے کے یوں زیادہ حرارت پیدا ہو سکے گی زیادہ و خان پیدا ہوگا اور کسی اور طریقے کی نسبت اس طرح زیادہ سرعت پیدا ہوگی۔

آزمائش کے دن چار انجن ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے۔ اسٹی فین سن کے تیار کردہ انجن کا نام ”روکیٹ“ تھا دیگر تین کے نام ”ناوٹھی“، ”سینس پیرل“ اور ”پرسی دینس“ تھے۔ ان میں پہلے جو انجن دیکھا گیا وہ بیشک تیز رو تھا۔ باقی ایسے اچھے نہ تھے۔ پرسی وینس لگنے بھر میں پانچ یا چھ میل جاتا تھا۔ اسٹی فین سن کے انجن کی سبکی بعد آزمائش کی گئی۔ یہ اوس انجن سے بھی تیز چلا جسکی سب سے پہلے آزمائش ہوئی اور جسکا نام ”ناوٹھی“ تھا۔ آسائش دوسرے دن پر رکھی گئی۔ اوس روز سنس پیرل کا بوئیلر بگڑ گیا اور اوسکی کلوں میں کوئی نقص آگیا۔ ڈائریکٹروں نے اسے ہٹا کر کہا ”اؤہو۔ یہ متحرک انجن نہ اتنی جلدی بگڑ جائے میں

اس سہ اسٹی فین سن نے کہا ”آپ نے ابھی میرے انجن کو نہیں آزمایا ہے۔“ اوسکی آزمائش کی گئی۔ اور وہ گھٹے سے چھتے چھتے اوتیس میل تک دوڑا۔ ایک اتنی بڑی گاڑی کو بھی کچھ لیکیا جسمن تیس آدمی بیٹھ سکیں۔ روکیٹ بھی کو انعام ملا اور پہلے پہل اس طرح کے آٹھ انجن تیار کر نکلا۔ کم دیا گیا۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۳۳ء کو ایسے قریب ستاون برس پہلے لورڈول اور منچسٹر کے درمیان ریلوے کھولی گئی۔ اوسکے افتتاح کے وقت بہت سے مشہور و معروف شخص موجود تھے جنہیں اوس زمانیکے وزیر اعظم ڈیوک آف ویلنگٹن۔ رابرٹ پیل اور ولیم ہکنس بھی جو اس وقت میں لورڈول کی طرف سے پارلیمنٹ میں ممبر تھے اور جنہوں نے افسوس ہے کہ اس لین کے کھلنے ہی کے زمانے میں میناکی سے پہلے تقریباً ۱۸۳۳ء میں بیان کی گئی تھی۔

اسکس کا نام ہمیشہ یادگار رہیگا۔ خاصکر ان ہی کی جرات اور سعی سے یہ بل پارلیمنٹ میں منظور ہوا تھا۔ عوام ان اس روایت کو گھٹنے بھر میں پھیس اور قیس میں جاتے دیکھ کر ہاتھ اوپٹے کرتے تھے۔ یہ چال اوس قمار کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو اجل ہمارے ریولون میں ہے۔ اب اس بات کا کسی کو خیال ہی نہیں آتا کہ ہمارے ملک میں کبھی ریلوے نہ تھی

ہاں ہم لوگوں نے اسٹیفین سن اور رابرٹ کو متعصب وہی اور ضدی کہنا نہ چوڑا۔ اس تمام کامیابی پر یہی وہ انہیں اپنے حد سے گزرے ہوئے خیالات میں مجبور ہونا دیکھ جاتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا مال و دولت کی طمع سے نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہوں نے تو خود دنیا کو مالا مال کر دیا۔ ہر کو چاہئے کہ انکو ہی انسان کے برے محسن سمجھیں

پہلی ہی دفعہ جب دفائی جہاز دریا سے بندھ گئی، ڈاکٹر گھبراہٹ اور حادثوں کی پیش گوئی کیجاتی تھیں۔ لوگ اوس کے موجد کو دیوانہ اور پاگل کہتے تھے۔ جہاز کو ایک گھاٹ پر کھڑا دیکھ کر کہنے لگے۔ ”اسے دیکھو وہ پڑا ہے دیکھو لینا چلیگا تھوڑے ہی“ جہاز چل نکلا پانی چیرنے کی پیوں میں حرکت دیکھی تو بولے کہ گو چل نکلا ہے مگر دھڑ جاسکیگا اور جب یہ جہاز دفان کے زور سے دریا کے اوتا پر چلا تو معترضین نے کہا۔ اوہ ایسہ کیا ہے یوں تو مری ہوئی مچلی ہی دھار کے ساتھ ہی چلی جاتی ہے۔ لیکن سامنے کے اوس پہاڑ تک پہنچتے پہنچتے اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگے۔ وہ پہاڑ تک ہی جا پہنچا اور نگاہ سے غائب ہو گیا تو کوئی لگے ”لو اب چلا تو گیا ہے پر لوٹ کر کبھی نہ آسکیگا۔ مگر وہ لوٹ ہی آیا۔ اور دیکھئے اب ہم اوس قسم کے دفائی جہاز سے ناپید انکار زخار بھرا ٹیلانٹک میں پھول سچینوارک تک سات دن میں سفر کر سکتے ہیں۔ دنیا میں تمام بڑی بڑی ترقیوں کا یہی حال ہے۔ لوگ ترقی کر نیوالوں کو ہمیشہ متعصب

سے بھرا ٹیلانٹک۔ بحر ظلمات کا انگریزی نام ہے

اور وہم زدہ کما کئے ہیں۔

تمدنی اصلاحوں میں ان مثالوں کے علاوہ ایک اور نظیر پیش کر سکتا ہوں۔ ابھی اس زمانے کو پورے پچاس برس بھی نہیں گزرے جبکہ ایک معمولی مزدور اپنے سارے دن کی کمائی صرف کر کے لندن سے شہر کو رک تک اپنی بی بی کو خط بھیج سکتا تھا تاکہ اس کی خیریت دریافت کرے اور اس سے اپنی خیر و عافیت سے مطلع کر دے۔ سہرا لندن سے ایڈنبرا تک ایک خط پر اس قدر محصول لیتی تھی جتنا کہ اتنے فاصلے پر ایک آنے کا بھرا ہوا پیسہ پہنچانے کا کر یہ لگتا ہے۔ اور جب کبھی یورپول کی تجارتی کوٹھیاں سرکار میں محاصل ڈاک خانہ میں بھرنے تو تصدیق کی تھی تو انہیں تقسیم کیجاتیں۔ لوگ جب کسی کام یا تفریح کے لئے سفر اختیار کرتے اپنی جادانیوں میں بہت سے خطر رکھ لیتے کہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو محصول ڈاک سے بچائیں۔ لیکن اس لچر نظام کا آخری وقت آگیا تھا۔ اتفاق سے ایک شخص سٹرو لینڈ نامی کین دیہات میں فروکش تھے اور ان کا خیال اس طرف رجوع ہوا۔ یہ ایک لیڈی کے مکان میں ٹھرے ہوئے تھے۔ ایک دن نامہ سپاردروازے پر آیا۔ لیڈی کو ایک خط دیا اور دو شلنگ چھ پنس محصول طلب کرنے لگا۔

اوس خاتون نے خط ہاتھ میں لیا پتہ پڑھا لفظ نو نو کو دوسری طرف دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے محصول خط دینے میں پس و پیش ہے۔ بغور دیکھا تو سننے لگا کہ ”کو واپس کر دیا اور کٹھا محصول بہت زیادہ ہے مجھے پڑا سکے ادا کر کی وسعت نہیں“ یہ دیکھ کر ولینڈ آگے بڑھے خاتون کی طرف سے محصول ادا کر نیکارا دہ کیا اور انہیں سب ہوا کہ خاتون نے شکریہ کے ساتھ اس عنایت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جب چٹی سان چلا گیا تو اسے کہنے لگی محصول دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی مضمون خط معلوم ہو گیا۔

سہ دو شلنگ چھ پنس ہندوستان کے راجہ الوقت سکھ کے حساب سے قریب پونے دو پیسہ کے ہوئے۔ شلنگ اسی کو زیادہ ہے سو ایک شلنگ کے بارہ پنس ہوتے ہیں

بات بہہ تھی کہ اسمیٰ اور اسکے بھائی بن جس نے خط بھیجا تھا یہ صلاح ہوگئی تھی کہ وہ لغات پر کچھ تشانات کر دے گا جنکو دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ اسکا بھائی بخیریت تمام ہے۔ اور اسطرح محمول کے بارے سے محفوظ رہے۔

رولینڈ اس فطرت پر دنگ رہ گئے۔ انہیں یہ بات بہت سخت معلوم ہوئی کہ غریبوں کو اپنے عزیزوں کی خیریت دریافت کرنے میں اسقدر زیر باری ہو۔ وہ انگریزی انتظام ڈاک پر غور و فکر کرنے لگے۔ ۱۸۳۶ء میں ایک رسالہ ڈاکخانجات پر شائع کیا۔

گورنمنٹ اور پارلیمنٹ نے اس رسالہ کا مضحکہ اڑایا۔ صبیہ کہا یہ تو دیوانوں کا سا خیال ہے کہ جزائرِ برطانیہ میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک ایک ایک پیسہ میں خط جائے آئے۔ ڈاک کا خرچ کیوں کر لکھے گا اسطرح آمدنی ہی کیا ہوگی۔ مگر رولینڈ کو اپنی رائے کی صحت کا یقین تھا۔ اور آخر ۱۸۴۰ء میں وہ ہی تدابیر جو ابتدائے میں عجیب و غریب اور بے نیکی کہلاتی تھیں تسلیم کر لی گئیں۔ قوم کو اس انقلاب انتظام کا نفع معلوم ہوا۔ ڈاکخانجات کی آمدنی کمال تیزی کے ساتھ بڑھی۔ اور اب شاید جنرل پوسٹ آفس کے برابر کسی ہی سرکاری محکمہ کی حالت قابلِ اطمینان ہوگی۔

اب دیکھنا چاہیے کہ عوام خلائی نے اپنے ملک کے اس محسن اور اصلاحات ڈاک کے موجود کو کیسا سمجھا اور کیا کہا۔ شروع میں انکا بہت ہی مضحکہ اڑایا گیا۔ لوگوں نے کہا "خواب بیکہ رہا ہے متعجب ہم زدہ اور بے نگاہی مخلوق پر انکی تجاویز کے مفاد ثابت ہو گئے جب ہی ممبران پارلیمنٹ رخصت اندازیاں کئے جاتے تھے۔ انکے منتخب اصولوں پر اپنی طرف سے خواہ خواہ حاشیہ چرما دیتے تھے یہ تدابیر ہر انتگ عمل پذیر ہی ہو چکیں مگر جو جدو انکے عمل میں بہت کم اختیار ملا۔ انہیں جنرل پوسٹ آفس میں صرف ایک ماتحت آسامی دی گئی۔

لیکن انکی قابلیت کا ایک زمانہ معترف ہو چکا تھا۔ انکے بے شمار قدردانوں نے انکے لئے تیرہ ہزار پونڈ چندہ جمع کیا الکنوائٹ کا خطاب دیا گیا۔

اؤ! اب ایک اور منظر کی طرف چلیں جو یہاں سے بہت دور دراز ہے۔ اب تک سب سے اول لوگوں کی مثالیں دی ہیں جو قریب تر زمانے میں گزری ہیں۔ وہ لوگ جنگی شروع شروع میں تو سب ہوئی مٹھکے کئے گئے۔ اور آخر کار مخلوق نے اول ہی کو صاحبِ ہم اور دور اندیش مانا۔ جنگی نسبت اب میں کہتا ہوں اور کئے ذکر نے زمانے کی تاریخ میں بڑی جگہ لی ہے۔ بیشک دنیا میں اونکا مشن پیدا نہیں ہوا۔ بارہ سو برس سے کچھ زیادہ گذرے کہ ایک اسی نے اپنی قوم میں تسلیم پرورش پائی۔ وہ قوم جسکے نہایت ہی کچھے خیالات تھے جس میں انتہا درجے کی بت پرستی جاری تھی۔ انپروچی نازل ہوئی یعنی قادرِ مطلق کی طرف سے حکم پہنچا کہ بت پرستی کی مخالفت اور خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کی ہدایت کریں۔ تمام عالم کو خداوندِ رحیم و عادل کی بندگی کی دعوت دیں۔

اس حکم کی تعمیل میں ان سیاہ آبدار تیلیوں والے فرائحِ طبعیت بمنور قلب پاک دل صحرِ امولہ نے یہ پیغام بندوں کو پہنچانا شروع کیا۔ اپنے ہم سجدوں کو تعلیم و تلقین کی اپنے مشہر کے باشندوں پر مبادی شروع کر دی۔ خلایق کو وعظ فرمانے لگے۔

نئی ایک لگن جسکے دل میں لگادی	ایک آواز میں سوتی بستی جگادی
-------------------------------	------------------------------

آپ کی وفاداری بی اوچند دیگر شخصِ اول ہی اول آپ پر ایمان لائے۔ لیکن جمیع خلایق نے بالعموم آپکو محبون و متعصب کہا (تَعَوُّذًا لِلّٰہ)

چار برس کی تعلیم و تلقین میں صرف چالیس آدمی آپکے پیرو بنے۔ اسکی نوویسے ہی بہت کم امید کیجا سکتی تھی کہ آپکے وطن کے باشندے آپکی طرف بے تکلف رجوع ہونے لگے اور دوسرے دنیا کی اون نعمتوں کا یقین کر نیگے جنگی آپ متواتر امیدیں دلاتے تھے۔

اونکے آبا و اجداد کے قدیم مذہب کی بہت سے جزئیات میں اصلاح ممکن تھی مگر وہ ایسے شخص کی رسالت کے کیونکر قابلِ مومنہ جنہوں نے اون ہی میں پرورش پائی تھی اور انکے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کر رہے تھے۔



وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ اس چال سے اپنے ہم قوم بھائیوں میں سے متاثر ترین کو اپنا مقتدر کرنا اور اپنا ظفر دار بنانا چاہتے ہیں۔

اور جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو یہ نکر کر رہا ہوں (بت پرستی کے ساتھ اپنی واقعی اور دلی نفرت ظاہر کر کے بتوں کے مذہب میں کلام الہی کی یہ عبارت پیش کیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَیْسَ یَخْلُقُوْنَ اُذْیَاکَ اَوْ لَیْسَ یَحْیِیُّوْنَ اللّٰہُ ؕ وَاِنْ یَسْئَلُوْهُمْ الذّٰبَابُ شَیْئًا لَّیَسْتَنْقِذُوْا مِنْہُ ؕ اَضَعُفَ الطّٰیِبُ وَالْمُطْلُوْبُ ترجمہ تحقیق کہ جن کو پکارتے ہو تم سوا سے اللہ کے ہرگز پیدا کرنے کے ایک ٹکھی اور اگر اکٹھے ہوں واسطے اس کے اور اگر چھین لے اوں سے ٹکھی کچھ نہ چھٹا سکیں اس کو اس سے۔ ناکہ تو ان ہے مانگنے والا اور جس سے مانگتا ہے۔

دیکھ۔ اے بت پرستو۔ اَدْعُوا الَّذِیْنَ نَزَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَیْمَلِکُوْنَ وَیَسْقَالَ ذَرَّۃً فِی السَّمٰوٰتِ وَکَافِی الْاَرْضِ وَمَا لَہُمْ فِیْہَا مِنْ شَرِّکٍ وَمَا لَہُمْ مِنْ خَصْمٍ وَمِنْ ظَہِیْرٍ ترجمہ پکارو تم اوں کو گو کہ کھان کرتے ہو تم اوں کو سوا سے خدا کے نہیں مالک ہوتے برابر ایک قدرہ کے بیچ اسمانون کے اور بیچ زمین کے اور زمین واسطے اس کے بیچ ان دونوں کے کچھ سمجھا اور زمین واسطے اس کے اور زمین سے کوئی پشت پیمان۔

اس پر صرف پوجاری ہی برا مانے بلکہ وہ تمام لوگ ہی یہ ہم ہو گئے جو جہالت کی تاریکی میں مبتلا تھے اور اوں بتوں کی پرستش کرتے تھے اوں نے غیض و غضب میں آکر کھاٹہ کون شخص ہے جو اپنے تین ہم سب سے زیادہ دشمن سمجھتا ہے جو ہم سب پر طعن کرتا ہے اور ہکو عقل سے خالی اور کاٹھ کی بندگی کرینوالے بناتا ہے۔ اور پھر وہ لوگ ڈولنے دھکے لگانے پر بھی آمادہ ہوئے۔

اُسکے چچا ابو طالب کو اپنے پیغمبر کی سلامتی کا خوف ہوا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے میں گفتگو کی کہنے لگے: "اگر جان عزیز ہے تو خاموشی اختیار کر دو۔ جس بات کو حق سمجھتے ہو خود اس پر یقین رکھ دو۔ دوسروں کے درپے ہو نا ایک ضرور ہے۔" وہ سارے شہر کو کیوں اپنا دشمن بناتے ہو اور انکو عداوت پر اشتعال دیتے ہو۔ اپنے تئیں اور ان معدودے سے چند مسلمانوں کو (جو اب تک ایمان لا چکے ہیں) خطرے میں ڈالتے ہو۔" اسی لیے جواب میں آنحضرت نے صاف صاف کہہ دیا: "اگر تم سو بیچ کو میرے دائیں بازو اور چاند کو بائیں پر کھڑا کر دو اور وہ دونوں ملکر مجھے چپ رہنے کو کہیں تو یہی میں اونکی بات نہ مانوں گا اور خدا کا پیغام بندوں تک پہنچائے جاؤں گا۔" غرض انکو مسادہ فرمانے رہے۔ جو سُن لیتے تھے۔ اپنے اھولوں کو اور انجینیوں کے سامنے ہی پیش کیا جو مکہ میں آیا جا یا کرتے تھے اور اس طرح رفتہ رفتہ جابجا کے لوگ اُنکی طرف رجوع ہوتے گئے۔ آپ مخالفوں کے خدشات ظاہری و باطنی اور طنز و مضحکہ میں گھرے رہنے لگے۔ لیکن ہر عہد کی طرح اُن میں مانے میں ہی آزار دہندوں کی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔

رسالت کے چوتھے سال حضرت اپنے ایک پیروار قنون کے مکان کو تشریف لے گئے تاکہ اس میں عافیت کے ساتھ ان لوگوں کو اپنے دین کا وعظ کہیں جو سمجھنا چاہتے تھے۔ اپنی امت کی تعداد بڑھتے دیکھ کر بت پرستوں کو اندیشہ پیدا ہوا۔ وہ ایمان لانے والوں میں سے ان غریبوں پر اپنا غضب توڑنے لگے۔ جہڑا انکا بس چلتا تھا اور جو انکے ہاتھ پڑ جاتے۔ جن بلا رسید و نکودہ پکڑ لیتے۔ انکی انگلیوں کے پوٹے کاٹ ڈالتے۔ ہاتھ پاؤں باندھ کر وہی مکہ کے جلنے ہوئے سنگریزوں پر آنتاب نیمروں کی پیش میں چت لٹا دیتے۔ تاکہ سختی اذیت سے عاجز آکر اپنے رسول کی نبوت سے انکار کریں اور اپنے بمقام اور ہم ملک لوگوں کے بمبارتوں

کی پرستش پر سچا ایمان لائیں

اسوقت تک اس قدر جمعیت نہیں ہوئی تھی کہ ان مذہب کے پیچھے مصائب میں مبتلا ہونے والوں کو

آزار سے بچایا جاتا۔ آپ نے اونکو ہدایت کی کہ ترک وطن کو کے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ہاتھ پاؤں کی سلامتی متصور ہو۔ جو انہیں اپنے وطن میں نصیب نہ تھی۔

آپ نے مغرب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، ”دیکھو او دہرا ایک خطہ ہے جہاں کیسے ساتھ کوئی بدی نہیں کیجاتی جو راستبازی کی سرزمین ہے وہیں ہجرت کر جاؤ اور اسوقت وہاں رہو کہ خدا سے بزرگ تمہارے سامنے راہیں پیدا کرے“

نبی آخر الزمان کی رسالت کے پانچویں برس ایک مختصر جماعت نے حبشہ کی جمع ہندہ شخص تھے مکہ چھوڑا اور اباسین میں پناہ لی۔

اسوقت یہ تارک الوطن گوشمار میں بہت کم تھے مگر وہ کام جو انکو درپیش تھا تاریخ اسلام میں برا مقدم تھا۔ یہ بھی بجائے خود ان نو مسلمانوں کی صدق عقیدت اور ثابت قدمی کا ایک بہت ثبوت تھا۔ اس سے ظاہر و ثابت ہو گیا کہ بجائے اسکے کہ وہ اپنے دین سے دست بردار ہوں اور انکو ہر نقصان اور ہر مصیبت جھیلنا گوارا ہے۔ ایمان والوں کے لئے بالعموم یہ ایک عمدہ نظیر تھی۔ وہ خدا کی راہ میں جلا وطنی اور مصیبت کو اپنا امتیاز اور افتخار خیال کرنے لگے۔

آنحضرت مکہ میں رہ گئے تھے۔ مگر برانگیختہ لوگوں کے ہاتھ سے آپکو ہرم کے آزار پہنچتے آپکو گلی کو بچوں میں ڈھیلے مارے جاتے۔ اور وہ رسول جنگی امت میں بے کمر لکھو ہا دیندار مسلمان ہو گئے بارہا پتھروں کے ڈھیروں کے پیچھے چھپے اور وہاں اس خدا سے واحد کو سجدہ کیا جب آپکا اعتقاد تھا۔ اور جسکے احکام آپ بندوں کو تلقین کرتے تھے۔

اپنے اہل وطن کو استعدائے دشمنی پر آمادہ پا کر سوچا کہ قریب کے ایک شہر کو جسکا نام طائف ہے شریف لیجائیں۔ یہ امید کی کہ وہاں کے لوگ پیغام الہی کو کان دیکر سنیں گے۔ صرف ایک رفیق کو ساتھ لیکر یہ پرخطر سفر اُختیار کیا۔ چالیس میل تک لے اسین عرجہ مغرب کی طرف انرفیق میں ایک حبشی سرزمین ہے اسکو اگر یزید بن ابی سفیان پھنسنے

ہندوستان کی ریاستوں سے گزرنے والی سب سے بڑی دیوین پوہ پٹھانوں کے  
 کے گرد گھومتی تھی۔ مگر انہوں نے آپ نے منادی ہوئی لیکن ایسوں کے  
 ہاتھ نہ اٹھائے۔ اور غاصبان شکر و محسری سے پیش آئے۔  
 عوام نے ان کے لیے پانی کی پیٹھ پر تو نظر نہ کی پیٹھ کی ظاہری سب سے سامانی پہلے لگا کر  
 بظہر حمارت لیکھا۔ آپ کو بے سہرہ متعصب و جھوٹا کہا پتھر مار کر شہر سے باہر کر دیا۔  
 خستہ حالی اور تسکین پر چوٹیں لگیں۔ دست و پا چھل گئے خون بہ نکلا۔ جہات سو گھا  
 گئے ایک باغیچے میں پناہ لی۔ نماز ادا کی اور اپنے مہبود حقیقی کی بارگاہ میں کمال الحاجت  
 مناجات کرنے لگے۔

ناکامی پہلے مگر تھیں۔ کوشش سود مند بنوئی مگر عزم میں کمی نہ تھی۔ آپ پھر  
 مکہ میں واپس آئے۔ اہل مکہ اور بھی بوجہ ہم سے سنا نہیں کیں اور باہر آکر قول و قسم کر کے ہر ایک  
 نے آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ اٹھ حضرت علیؑ و علیہ وسلم کے لئے یہ وقت  
 بہت نازک تھا۔ آپ نے غامیوں میں پناہ لی۔ تبدیل لہلہ میں ایک مقام سے دوسرے  
 مقام کو جانا پڑا۔ بے خانان ہو گئے ہر وقت جان کے خطرے میں تھے۔ بار بار اپنا  
 کی حالت ہو ہو گئی تھیں۔ کابھی سہارا نہ رہا۔ نہ ماڈ ایک اسپہ سالار کو بے قیاس کرنا  
 یا ایسی ہی کوئی اور مثال قیاس کر لو۔ رسول اور ان کے مخلصین کی ہمت کا تھا۔

مگر اس طرح خاتمہ ہو گیا نہ تھا۔ رسالت کے تیرہویں سال جب دیکھا کہ دشمنوں نے ایک کر لیا ہے  
 ہر قبیلے سے ایک ایک شخص منتخب ہو رہے ہیں اور اس طرح چالیس آدمیوں کی جمیعت ہو گئی ہے  
 جن میں سے ہر ایک نے اپنی فتنہ پوری اور اٹھایا ہے۔ آپ نے گوین زیادہ قیام نہ کیں سمجھا  
 اور ہر ایک کو چھوڑ کر فرمایا۔

اور وقت اسی میں غریب تر کی مشج کے لئے کافی کنجاہ میں جو اسلام نے اس کے  
 ہی نہایت کھلا شہر کے سامنے تھی۔

آٹھ دس برس کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی شہر مکہ کو پھر واپس تشریف لائے  
جہاں سے اس طرح جان لیکر ہجرت کی تھی۔ اب آپ کے ساتھ ایک ہزار امتیوں کی جمیعت تھی  
اس کے بعد ایک صدی بھی نگزری تھی کہ اسلام کی منادی دہلی سے غرناطہ تک ہونے لگی۔  
اور آج آبادی دنیا کی اٹھارہ کروڑ بنی انسان ان سب سے بڑے پیغمبر اور نبی آخر الزمان کے  
نام کی غفلت کرتے ہیں اور ان اصولوں کے پابند ہیں جو آپ نے بطور ارکان  
دین کے قائم کر دیے ہیں۔

آپ کو متعصب عقل سے خالی مجنون صدی اور پچھڑا خطاب دئے گئے لوگ جو منہ  
میں آتا تھا کہتے تھے جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے  
قَالَ الظَّالِمُونَ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا فَاسْمِعُوْهُ لَّعَلَّكُمْ تَكْفُرُوْنَ  
لَا اَنْتَ الْاَمْنَالُ مَرَحِبْ کہ ظالموں نے نہیں پیروی کرتے تم مگر ایک مرد  
جدا دئے گئے کی دیکھ کیونکہ نابالین اور نون نے واسطے تیرے شالین۔

اور آج آپ ہی کو کرور ہائی آدم خدا سے جاوید کار رسول برحق مانتے ہیں۔  
میں جانتا ہوں ہمارے اس جزیرے میں ہی ہٹ دہرم ضدی لوگ ہیں جو اپنی لاعلمی  
کی حدود اور جھل مرکب کے قیود کی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی  
باطل کہتے اور خیال کرتے ہیں (تَعُوْذُ بِاللّٰهِ)  
میں ایسے لوگوں کے فغول مقولوں اور اونکی رایوں کی کچھ اصل نہیں سمجھتا۔ کوئی بکا  
تاریخ دان تو ایسے کلمات کہی زبان پر نہ لائیگا۔

۱۸ غرناطہ فرنگستان میں ملک ہسپانیہ (اسپین) کا دار الخلافت ہے۔ ہسپانیہ میں  
قریب قریب ایک ہزار سال تک اسلامی مملکت رہی ہے  
۲۰ بیان جزیرہ سے انگلینڈ آئرلینڈ اور اسکاٹ لینڈ جزائر متحدہ برطانیہ  
مراد ہیں

اس اونیورسٹی جیسی صدی میں انگلستان کے سب سے بڑے غور و فکر کرنے والے  
شخص ٹامس کارلائل نے نبی آخر الزمان کی نسبت اپنی رائے عوام سے بالکل مختلف  
اظہار کی ہے۔ میں انکو اونکے خیالات اور ان کی عبارت میں سناتا ہوں وہ لکھتے  
ہیں۔ ”ہم لوگوں میں پیغمبر عربی کی نسبت عام رائے یہ ہے کہ وہ فطرتی پرفن جالبانہ  
اور دروغ جسم تھے (تعمود باللہ) اونکا مذہب دہوکہ دہی سا وہ لوحی سے مملو  
ہے۔ یہ اور اس قسم کے دیگر خیالات ہم میں خود بخود زوال پذیر اور ناقابل ثبات ثابت  
ہوتے جاتے ہیں۔ وہ تمام بہتان جو پر فطرت عداوت و عناد کے سبب باندھے  
جاتے ہیں خود ہمارے لئے باعث تحقیق ہیں۔ اب بیشک وہ وقت آگیا ہے کہ ہم ان  
باتوں سے درگزر اور پرہیز کریں۔ اس کلام نے کہ جسکی ایسی زبان نے تعلیم دی ان سو  
برس میں اشارہ کر دینی نوع کے زندگیاں کی رہنمائی کی گئی اشارہ کر رہی اوسی خالق مطلق کی  
مخلوق ہیں جسکے ہم سب۔ فی زمانہ دنیا میں کسی اور کی نسبت پیغمبر عربی کی ہی تعلیم پر بیشتر  
مخلوق خدا کا عمل ہے۔

کیا ہم اس روحانی تربیت کو ادنی حیثیت کا کہہ سکتے ہیں جو اسقدر بندگان خدا کی موت  
زندگی میں مومن و رہنما ہو۔ اپنی قوم میں کمون میں تو کبھی ایسا خیال نہیں کر سکتا۔ میں نے  
بہت سی باتوں کو تسلیم کر لیا مگر اسکو کبھی نہ مانوں گا۔ اگر دنیا میں ہو کہ بازمی اور دروغ کو اسقدر فروغ  
ہو سکتا ہو تو انسان کشش و پیچ میں رہ جائیگا اور حیران ہوگا کہ دنیا کو کیا خیال کرے۔

نبی عربی کی نسبت میں ایک بات اور کمون گا۔ انکو فنی چیزوں سے قطعی پرہیز تھا۔  
اور یہ ہی اپنی امت کو تعلیم دینی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دینہ سے ہجرت کے  
قریب تیرہ سو برس کے گذر چکے ہیں۔ اور ان تمام صدیوں میں ہر یکے مسلمان کو تمام فنی  
عرفوں سے اجتناب رہا اور اب بھی ہر قسم کے مسکرات سے پرہیز ہے  
اب میں غصتا پر اس ملک کے ان خیالات اور عقاید کی طرف رجوع ہوتا ہوں جو اسوقت

بالخصوص زیر بحث ہیں۔ کیا ہم تارک شراب وہم زدہ لوگ ہیں؟ کیا ہمارے لئے یہ بات سنا ہے کہ ہمارے تمام ملک میں شراب کی تجارت شراب کو بلاتنی کرتی رہی  
بیشرباب کی غلامی اور غلامی سے بدچربا بدتر ہے جسکا کلارک کسن اور البر فورس  
نے تدارک کیا تھا۔ یہ نفس اتارہ اور روح کی غلامی ہے۔ شرابی ایک غریب جنسی سے  
بڑھ کر غلام ہے۔ جنسی اپنے خلاف مرضی کھینچا جاتا تھا اور اپنے آفاقی فطرت کرنے  
پر مجبور کیا گیا تھا۔ مگر شراب کی غلامی کا حال ہی اور ہے۔ یہ تو اپنی خوشی آپ غلام بن جاتا  
ہے۔ کسی کو ایسی غلامی قبول نہ کرنی چاہئے۔

میرا خیال ہے کہ جب انسان اسکا عادی ہو جائے پھر اس قید سے رہا ہونا اس بیڑی کو  
توڑالینا مشکل و محال ہے۔ اوسنے تو اسے اپنے اوپر آپگوار کیا ہے۔ یہ ایک اپنے شوق  
سے لگائی ہوئی لت ہے۔ وہ لت جو بڑھ جاتی ہے۔ جارج واشنگٹن کی نسبت دعایت ہی  
کہ وہ اپنے درجے میں اول رہنا چاہتا تھا مگر کامیاب نہ ہوا تھا۔ جارج نے اپنے ایک ہمدرد  
طالب علم کو دیکھا جو کسی کے سوال جواب دیتے وقت اپنے سید ہاتھ کی اونٹنی اور انگوٹھا اپنی کمرے  
نیچے بٹن پر رکھ لیتا تھا۔ جارج اس راز کے حل کرنے پر آمادہ ہوا اوس نے اپنے ہمدرد  
طالب علم کو دہ بٹن کاٹ ڈالا۔ اور جب وہ لٹکا درجہ میں ایک سوال کا جواب دینے کو تھا اوس نے  
سوال کے مطابق اپنے بٹن پر ہاتھ رکھنا چاہا مگر بٹن نلا۔ وہ ہکا بکا رہ گیا اور گھبرا گیا۔  
آخر کار اوس سوال کا جواب مذیکال پس اس طرح جارج نے اوسکو زک دیکر درجہ کی صدر  
جگہ لیا جسکی اسے آرزو تھی۔

کچھ ایسا ہی حال اس سے روشنی کا بھی ہے۔ یہ صرف ایک عادت ہے۔ وہ عادت  
کہ جو ترقی کر کے انسان کو خواہ ذلیل کر دیتی ہے۔ اوسکو ایک وحشی جانور کی برابر بنا  
دیتی ہے

ایک ناخوار جس نے انگریزی اثر کو میرکا سے دیکھا۔ یہی جمہورامیکا کا پہلا پریسڈنٹ تھا۔

اسکی ابتداء کہی کسی ایک جام پی لینے سے ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ ایک سے دو پر نو بت ہو جتنی ہی پکا ایک کوئی بڑا غلط طریقہ بنیں ہوتا۔ مگر جہاں ایک دفعہ یہ عادت لگی پھر اسے چھوڑنا مشکل ہے۔

لوگ ترک مے کے معاہدے پر دستخط کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ کتنے ہیں کہ یہ تو انسانیت سے بعید ہے۔ ہم کیوں اپنے تئیں پابند کریں انسان کو سب سے بڑی مسرت تو آزاد رہنے میں ہے۔

جب میں اپنے لوگوں کو یہ کہنے سنا ہوں مجھے تعجب ہوتا ہے کہ انہیں کہی یہ نہ خیال آتا کہ انسان کی نسبت تو سمندر کی چوٹی سے چوٹی بھلی کو زیادہ آزاد می حاصل ہے جیسا کہ سنس کا مقولہ ہے کہ کھلی سیاح رنگ کی آزاد می مجسم ہے۔

اس قسم کی مسرت اور فضولی کی زندگی اصلی شادمانی اور سچی آزادی ہے۔ زندگی ہرگز نہیں ہے سب پر مڑو تیب کہ جب ہم ایک دفعہ نفس کا کھنا کر دیں اور اس کی خرابیات کو پورا کریں۔

ہم فوراً ایک سخت ظلم و ستم کے ہدف ہو جاتے ہیں۔ فوراً اس نشی عہد کی زوردار تائید کو غور کیجئے۔ پہلے پھل تو ایک پیمانہ کو خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن جام کی تہ میں تلخی ہے۔ لوگ اس ہوس کے شوق میں پئے جاتے ہیں جو پھلے جام سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس فیل کے فوخرین کوئی خط باقی نہیں رہتا ایک عادت اور اشتہا ہو جاتی ہے اسکا تدارک روز بروز دشوار ہوتا جاتا ہے۔ اور اسکا ترک کرنا بہت ہی ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اس عادت کی متابعت میں اول ہی اول ایک خفیف اور عارضی تسکین ہوتی ہے پھر اگر توجہ دیر کے لئے کچھ تسکین سی ہو ہی جائے تو وہ بھی مبد کو ایک سخت کراہت تبدیل ہو جاتی ہے۔

جب سنس کی لڑائی۔ انگلیں پکا ایک شہر و صلف جسے اپنی مشرتھانیں میں مختلف علوم و فنون کے متنوع پھول کی



اس عادت کا ترک کرنا نہایت دشوار ہے اسکی پیروی بھی تکلیف و اذیت سے خالی نہیں  
حتیٰ کہ آخر یہ نوبت ہوتی ہے کہ اپنی خواہشات کا بندہ آئندہ کی کبھی بھی تکلیفات اور  
خداشات گوارہ کر کے اپنی ناقابل برداشت طلب یا خواہش کو پورا کرتا ہے اور اسے  
ایک عارضی تسکین سی ہو جاتی ہے

مے سے غرض نشا نہیں بارہ خوار کو

اک گونہ پیچیدی اسے ہر وقت چاہیے

لوگوں نے مجھے اکثر کہا تمہارا اسمین کیا ہے تم کیون دخل دیتے ہو اور چاہتے  
کہ ہم کبھی شراب نہیں۔ اوسکے لئے میرا یہ جواب ہے کہ تمہیں اس بات کا کیا استحقاق  
حاصل ہے کہ تم اپنے آگے کبھی کچھ اصل ہی نہ سمجھو۔  
اوں چھ ہزار سالانہ اوسطا مبات کی تعداد پر نظر کیجئے جو اس سرزمین میں کثرت مینوشی  
سے ہوتی ہیں۔ اوں مرنے والوں میں سے کوئی یہ نہ سمجھتا تھا کہ اوں سے شراب کی ات  
ہو جائیگی۔ اوں میں سے ایک کو بھی یہ خیال نہ ہو گا کہ وہ شرابی کی موت مرے گا۔  
تمہارا یہ دعویٰ ناحق ہے کہ تم اور دن سے قوی تر ہو۔ تمہیں ایسا کونسا کام کیا ہے  
کہ تمہاری زندگی خونی سے معمور ہو۔

دوستو! قدح شراب میں خطرے میں۔ اسکی روح کے خم میں موت بہری ہے  
پیشہ تمہارا وجہ کا اندیشہ ناک ہے۔ اسکے مارے ہوؤں کو اپنے گرد و پیش دیکھو ہمارے  
فرائض ظاہر میں ہلکے بڑا میوں سے پرہیز چاہئے۔

کیا اب یہی مجھے ضدی کہو گے؟ کیا میں تعصب کرتا ہوں؟ کیا اور لوگوں کو ترک شراب  
کی ہدایت کرنا نامناسب ہے؟ کیا ہم وہم زدہ ہیں اور بے سرو پا توہمات نے ہلکے

اس پر آمادہ کیا ہے؟

جب ہم اپنے شہر میں ہزار ہا شرابیوں کا حال دیکھتے ہیں تو کیا یہ لازمی نہیں کہ  
ہم اُنکو بچانے کی کوشش کریں؟

بجھاس تمام کوشش میں کامیاب ہوئی صرف ایک راہ نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ سب سے پہلے ہم خود تمام منشی عرقون کے استعمال سے قطعاً پرہیز کریں اور اپنی اولاد اور اپنے ہمسایوں کے لئے ایک عمدہ نظیر قائم کر دیں۔

ایک مدت مدید سے اس ملک پر شراب خواری کے خرابیوں کا دہیہ لگا ہوا ہے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں پر یاد شدہ گھروں سے ماتم و بیکاس کے نالے ایک زمانے سے بلند ہو رہے ہیں۔

ہم اپنی زندگی کو صرف اس طرح پاک اور پر امن و عافیت میں رکھ سکتے ہیں کہ برائوں سے پرہیز کریں اور نفس کی بجا خواہشات کو روکیں۔ نیکی کر نیکی طبعی۔ میلان کو قوی کریں اور بڑھاپن۔ جیسا کہ کسی شاعر کا مقولہ ہے۔ کہ وہ انسان آپ اپنی نیکی بدی کا ستارہ ہے ہمارے کام ہی ہماری نیکی بدی کے فرشتے ہیں۔ بھائیو! نادہ ہو جاؤ! کہی اوں لوگوں کے غمزہ طعنہ پر کچھ خیال نہ کرو جو کچھ نہیں سمجھتے کامل استقلال سے ثابت کر دو کہ مصلحت سلف کی طرح کوئی وقت تمہاری بہت کو پست نہیں کر سکتی کوئی مشکل تم پر غالب نہ آسکے اس دشمن کے زک دینے کو فتح و نصرت کی نعرے بلند کرتے ہوئے آگے بڑھو۔

بالیخ

## اشتہار

واضح ہو کہ کتابہائے انگریزی و ترجمہ کتابہائے اردو مصنفہ بہائی ڈبلیو ایچ عبد اللہ کوٹلیہ صاحب کی واسطے ہدیہ ناظرین ہمارے مطبع میں موجود ہیں جن صاحبان کو شوق ہودہ بندر یحیٰ و یحییٰ پبلشرز طلب فرماویں۔ اور قیمت مذکورہ علاوہ حصول ڈاک و معنی آرڈر کیشن کے ہے

## انگریزی کتابیں

۱۔ یہ فیتہ آف اسلام - تیسری مرتبہ کا چھپا ہوا ایسے ٹھہر ڈیا بیس . . . فی جلد . . . ۹۰/۶  
۲۔ یلیجن آف دی سورڈ . . . . . فی جلد . . . . . ۹۰/۶  
۳۔ بیس سلیشن . . . . . اس کا ترجمہ اردو ہی ہو۔ ہا ہے بدقت طیارہ لایع و پچانگی فی جلد . . . ۹۰/۶

## اردو کتابیں

۱۔ ترجمہ کتاب یہ فیتہ آف اسلام . . . . . فی جلد . . . ۹۰/۶  
۲۔ ترجمہ کتاب نینینک مینیزم اپنے منصب منصب . . . . . فی جلد . . . ۹۰/۶  
۳۔ ترجمہ کتاب یلیجن آف دی سورڈ . . . . . فی جلد . . . ۹۰/۶  
۴۔ ترجمہ کتاب یہ فیتہ آف اسلام . . . . . فی جلد . . . ۹۰/۶

## اخبار اسلام اگرہ

یہ اخبار اسلام کی ترقی کا پرچہ ہے اور فتنہ وارشائع ہوا سمجھنا۔ عام خریداران سے بلیغ چاہرہ یہ ہے  
چند سالہ سالیانہ پتی مقرر ہے مابعد باہرہ روزیہ مقررہ میں خوبی اس اخبار کی لحاظ سے ظاہر ہوگی۔ بیس اہل اسلام  
پاکستانی خریدار اس بطور ادا واجب ہے کیونکہ اسکے منافع میں تیسہ حصہ تعمیر جامع مسجد بورپول شامل ہے

## التماس

ہمارے مطبع میں یہ کتاب منصب منصب ایسے فتنہ مین مصنفہ جناب بہائی شیخ عبد اللہ کوٹلیہ صاحب  
بورپول آباد اکی تقصیف، دو ہزار چھپ کر تیار ہوئی ہیں۔ رجوع حقوق محفوظ میں کہی صلا قصد طبع نظر میں اس کتاب





